سنابل نور

سید ریاض حسین شاہ

ادراہ تعلیمات اسلامیہ، خیابان سرسید، سیکٹر تھری راولپنڈی، پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	سنابل نور				
مؤلف	:	سید ریاض حسین شاہ				
بارِاوّل	:	اکتوبر 1994ء	،	بارِدوم	:	فروری 2001ء
بارِسوم	:	جنوری 2007ء	،	بارِچہارم	:	اکتوبر 2011ء
بارِپنجم	:	اگست 2014ء	،	بارِششم	:	نومبر 2024ء
تعداد	:	گیارہ سو				
قیمت	:					
ناشر	:	ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید سیکٹر III راولپنڈی				
		فون:042-35838038,0322-4301986				

بسم الله الرحمن الرحيم

مولاي صل وسلم

دائما أبدًا

على حبيبك

خير الخلق كلهم

الحمد لله الذی توحد بجلال ملکوتهٖ
وتفرّد بجمالِ جبروتِهٖ له الصفات
المختصه بحقه و آیات الداله علی انهٗ
غیر مشبه بخلقهٖ فسبحانه من اله

اذهل العقول عن الوصول الی کنه ذاته الا بدیة و ادهش الخواطر عن الاحاطه بجلیل صفاته السرمدیة وهو المعروف بالربوبیة و الموصوف بالاءلوهیة من ذات حلاوة انسه رای من لطفه العجائب و ظفر منہُ بنیل المآرب ومن امل سواه ابعده و اشقاه احمده و اشکره و اشهد ان لا اله الاالله لا شریک له و اشهدان سیدنا محمداعبده ورسوله الذی بعثه بالبیان فا ظهرَ علی سائر الادیان اللهم صل و سلم وبارک علی سیدنامحمد امام الانبیاء و تا ج الا صفیاء المبعوث بالآیات الباهرة و المعجزات الفاخرة و جازه اللّهم عنّا افضل ماجازیت به نبیا عن امتهٖ و انفعنا اللّهم بماانطوت علیه ضمائرنا من محبتهٖ ﷺ و آله و اصحابه و او لاده و ازواجهٖ و احبابهٖ امابعدفاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

عباد الله رحمکم الله

انا الفقیر الحقیر الی ربی القدیر **سَیّد ریاض حُسیٔن شاہ** قد تشرفت باخذ العهد و الا جازہ بالتوجه، ثم الارشاد و تلقین الذکر بعد السلوک اعواما فی الطریقة النقشبندیة عن ا لقطب الارشد شیخنا و استاذنا الشیخ خواجه **مُحمّد جمشید**

المعروف بلاله جی قدس سرہ و هو عن شیخہٖ و استاذہٖ الشیخ **نور محمد** نقشبندی الملقب بہٖ نانگا صاحب رحمة الله علیه و هو عن ضیاء الحق و الدین **الشیخ شمس الدین** علیه الرحمة و هو عن العارف بالله تعالیٰ الشیخ **فقیر محمد** و هو عن **بابا محمد** و هو عن ابیه سراج الملة و الدین **عبدالرزاق** قدس سره العزیز و هو عن العارف بالله تعالیٰ الشیخ **عبدالشکور** السید العلوی و هو عن العارف بالله العظیم الشیخ **محمد یحییٰ اٹکی** قدس سره العزیز و هو عن العارف بالله الشیخ **سعدی لاهوری** و هو عن العارف بالله تعالیٰ و تبارک الشیخ السیّد **آدم بنوری** قدس سره الکریم و هو عن الامام الربانی **مجدّد الالف الثانی** الشیخ **احمد الفاروقی** السرهندی المنتهی نسبه الی حضرة امیر المؤمنین خلیفة رسول الله ﷺ الثانی عمر الفاروق رضی الله عنه و هو عن العارف بالله العظیم **خَواجَه باقی بالله** قدس سرہٗ العزیز و هو عن العارف بالله العظیم الشیخ مویدالدین **محمد الخواجکی** الامکنی السمرقندی قدس سره العزیز و هو عن والده العارف بالله تعالیٰ الشیخ **درویش محمد** السمرقندی قدس سره العزیز و هو عن خاله العارف بالله تعالیٰ الشیخ **محمد الزاهد** قدس سره و هو عن العارف بالله تعالیٰ الشیخ ناصر الدین **عبید الله الاحرار** قدس سره العزیر و هو عن العارف بالله تبارک و تعالیٰ الشیخ **یعقوب الجرخی** قدس سره الکریم و هو عن العارف بالله تعالیٰ امام الطریقة و غوث الخلیقة المعروف بشاه نقشبندیه **السید بهاؤالدین محمد** بن الشریف الحسینی الحسنی الاویسی البخاری قدس سره الکریم و هو عن العارف بالله تعالیٰ الشیخ **السیدامیر کلال** ابن السید حمزه قدس سره العزیز و هو عن العارف بالله تعالیٰ الشیخ **محمد بابا** السماسی قدس سره و هو عن العارف بالله تعالیٰ الشیخ **علی الرامیتنی** المشهور بالعزیزان قدس، و هو عن

العارف باللہ تعالٰی الشیخ **محمود فغفوی** قدس سرہ العزیز وھو عن العارف والی الشیخ **عارف الریوکری** قدس سرہ و ھو عن العارف باللہ تعالی الشیخ **عبدالخالق الغجدوانی** قدس سرہ وھو عن العارف باللہ تعالٰی الشیخ ابی **یعقوب یوسف الھمدانی** قدس سرہ الکریم وھو عن العارف باللہ تعالٰی الشیخ **ابی علی الفضل** بن محمد الطوسی الفارمدی قدس سرہ و ھو عن العارف باللہ تعالٰی الشیخ ابی الحسن **علی بن ابی جعفر الخرقانی** قدس سرہ وھو عن العارف باللہ تعالٰی الشیخ ابی یزید **طیفور بن عیسی** بن آدم بن سروشان البسطامی قدس سرہ و ھو عن العارف باللہ تعالٰی الامام جعفر الصادق سبط سیدنا القاسم بن **محمد** بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ و ھو عن جدہٖ العارف باللہ تعالٰی **قاسم بن محمد** عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ وھو عن سیدنا **ابی بکر الصدیق الاکبر** رضی اللہ عنہ و ھو عن **النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والہ واحبابہ و واصحابہ اجمعین۔

❁❁❁❁❁

حاضری

9۔اکتوبر 1993ء کو حضرت لالہ جی محمد جمشید قدس سرہ العزیز نے اس دار فانی سے دارالبقا کی طرف رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیہِ رٰاجعُون ہ

آپ کے وصال پر ملال سے طالبان راہ حق کے لیے وجد و حال، ذکر و فکر، نشاط و انبساط، روح و راحت اور ذوق و کیف کی دنیا اجڑ گئی۔ عالم جنون میں ایک قافلہ محبت نے حرمین شریفین کی حاضری کا ارادہ کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعائے چہلم سے پہلے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ طاہرہ زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت یحیٰی علیہ السلام، حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام اور جانِ کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں حاضری نصیب ہوئی۔ ہر حاضری میں یوں محسوس ہوا جیسے حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی روح پُرفتوح اور حالِ باکمال ساتھ ساتھ رہا ہو۔ اس حضوری سے اکتسابِ فیض حاصل کرتے ہوئے آپ کی بہت سی محافل نور کی جیتی جاگتی یادوں کو نذر قرطاس کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُمید ہے اس نغمۂ مہر و محبت سے بہت سی روحیں راحت مند ہوں گی اور ان سنابلِ نور سے بہت سے لوگ کسب فیض کر سکیں گے۔ عجیب اتفاق، جب یہ مجموعہ ختم ہوا تو اس وقت بھی محبت کی راہوں پر چلنے والا وہ مسافر

جس نے ''سنابلِ نور'' قلم بند کی ، جانِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں حاضر تھا، فرق تھا تو صرف اتنا کہ گزرے ہوئے سال کے آغاز میں وہ اپنے روحانی مرشد حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ کی شفقتوں سے محروم ہوا اور اب جب مدینہ شریف سے واپس پاکستان کے لیے عازم سفر ہو رہا تھا تو اس کے اپنے والد گرامی حضرت سید سلیمان شاہ علیہ الرحمۃ کی شفقتیں بھی اپنا دامن سمیٹ چکی تھیں۔ ''سنابلِ نور'' پڑھنے والوں پر ایک چھوٹا سا حق ضرور ہے کہ جب وہ حضرت القدس لالہ جی حضور علیہ الرحمہ کے لیے دست بدعا ہوں تو راقم بے بضاعت کے والد گرامی کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

پیکرِ نسیان
سید ریاض حسین شاہ

عجب اعجاز ہے تیری نظر کا
کہ ہم بھولے ہیں رستہ اپنے گھر کا
سحر آئی تو یاد آئے وہ تارے
پتہ جن سے ملا ہم کو سحر کا
بہاریں آ گئیں جب آپ آئے
دعاؤں نے بھی منہ دیکھا اثر کا
میری آنکھیں ہوئیں نمناک واصفؔ
خیال آیا کسی کی چشمِ تر کا

یہ ایک سادہ سے دیہات کی بات ہے جسے قدرتی حسن کی آغوش میں پلنے کی سعادت میسر رہی۔ تاروں کی موسلا دھار برستی کرنوں نے اسے نہلایا۔ گرتی آبشاروں کی رس انگیز سروں نے اس کے رہنے والوں کی روحوں میں طلاطم پیدا کیا۔ پہاڑوں کی اوٹ سے طلوع ہونے والے سورج نے اس کی پتھریلی سلوں پر محبت کی کہانیاں رقم کیں۔ چٹانوں سے بلائیں لیتا یہ خوبصورت گاؤں کوٹنالی ہزارہ ڈویژن کی چھاتی پر آباد ہے۔ قدرتی مناظر اس کی پہچان ہیں۔ سرسبز درخت اس کا حسن ہیں۔ پھوٹتے چشمے، لہراتی ہوائیں، مسکراتی صبحیں اور گنگناتی شامیں اس ورثہ کی امین ہیں جو محمد ﷺ نے اپنی آل کے سپرد کیا تھا۔ یہاں کا رہنے والا سادات خاندان عرصہ دراز سے رسول اکرم ﷺ کے دین کی خدمت پر کمر بستہ تھا لیکن چودھویں صدی کا اخیر قریب تھا کہ اس خانوادہ کی بساط پلٹ دیتا اور فیضان دین کے امڈتے سوتے خشک ہو جاتے، مادیت کے بے مہر حملوں نے اس خاندان کو لرزا کر رکھ دیا۔ ضرورت تھی کہ کوئی دست غیب بڑھتا اور وادئ تناول کی اس دینی تحریک کو پھر سے سرگرم کر دیتا جو نبیرہ مصطفی ﷺ نے بڑی محنت سے ایک دور افتادہ علاقہ میں اٹھائی تھی۔ ایک شخص اٹھا اور اس نے دلوں کی بنجر زمینوں میں حب الٰہی کے تخم اس رنگ میں بوئے کہ چار سُو دین مصطفی ﷺ کی فصلیں لہلہاتی نظر آنے لگ گئیں۔ اس بندۂ خدا نے سب سے پہلے جس دل کو اپنا مرکب تحریک بنایا وہ سید عبدالمنان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ سید صاحب نے وادئ تناول میں بدعات وخرافات اور رسوم ورواج کے خلاف خوب کام کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں لوگ اپنی سانسوں کی آمدورفت میں ذکر الٰہی کی خوشبو محسوس کرنے لگ گئے۔

وہ رات کیسے بھولے گی جب تاریکیوں نے ہر سُو اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے۔ گہرے

بادلوں نے رومان پرور وادیوں کو خوفناک اندھیروں میں لپیٹ رکھا تھا، ہوائیں جیسے رو رہی ہوں، بجلیاں لرز لرز کر جیسے کاشانہ ہائے دل میں نور ریزی کر رہی ہوں، دور دور تک زندگی جیسے پہاڑوں کی اوٹ میں دبک کر بیٹھ گئی ہو، کسی نے آواز دی ''پیر صاحب تشریف لائے ہیں'' پیر صاحب کی کوٹنالی گاؤں میں یہ پہلی آمد تھی۔ حضرت کا تعارف سید عبدالمنان شاہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی کروا چکے تھے۔ وادی میں صدائے آمد کیا گونجی کہ لالٹینوں کی پیلی لوئیں قطار اندر قطار استقبال کے لیے لہرانے لگ گئیں۔ گاؤں کے چھوٹے بڑے لوگ مسجد کی طرف بڑھے۔ حضرت صاحب نماز ادا کر چکے تھے۔ موضع کوٹنالی کے سادات بڑی بے تابی اور اشتیاق سے حضرت سے بغلگیر ہو رہے تھے۔ دبلا پتلا وجود، گندمی رنگ، چمکتی نگاہیں، مقناطیسی نظریں، معتدل سر، اونچی بینی، عریض پیشانی، باریک ابرو، ہموار رخسار، شاداب دہن، داڑھی سفید زیادہ سیاہ کم، میانہ قد، خوبصورت اندام، کشادہ سینہ، پٹھانی عمامہ، سرحدی جامہ کملی اوڑھے حضرت روحوں میں کھب رہے تھے۔ مسجد سے نکلے اور گاؤں کی گلیوں میں دینی محبتوں کی خوشبوئیں بکھیرتے سید سلیمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ اب پیرو کلاں اور خورد و جواں ان کے سامنے بیٹھے تھے اور ان کے زیبا لبوں سے حسین افکار کے خوبصورت کلماتی پیکر ڈھلنے لگے اور سماعتوں میں توحید کا ارتعاش گونجا۔ دنیا کی برف پگھلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ آپ کبھی پشتو میں اور کبھی ہندکو میں حسنِ اعتقاد کے ستارے روشن کرتے۔ ہر پانچ سات جملے ادا کرنے کے بعد بلا ساختہ زبان سے نکلتا۔

اللہ اکبر کبیرا۔۔۔۔!

اللہ اکبر کبیرا۔۔۔۔!

دفعتاً آپ نے گھڑی کی طرف دیکھا اور فرمایا آیئے! ذکر و فکر کرتے ہیں، کواڑ بند ہوئے، شمعیں بجھ گئیں، باتوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا، پست سانسوں کی آمد و رفت میں جیسے کوئی کسی

کوتلاش کررہا ہے۔ پندرہ بیس منٹ بعد دعا فرمائی اور پھر گویا ہوئے: توحید نور ہے، توحید ایمان کی اساس ہے، عقیدہ توحید ٹھیک نہ ہوتو عبادتیں عبث ہیں، ریاضتیں فضول ہیں، عقیدہ توحید پر یقین مضبوط کرنا زندگی کا اصل مجاہدہ ہے اور پھر ''توحید'' پر ایسا درس دیا کہ محفل کا ہر شریک محسوس کرنے لگا کہ وہ نور و رحمت کی دہلیز پر بیٹھا ہوا ہے اور کوئی نوازشوں کے پھول اس کے سر پر نچھاور کرر ہا ہے۔ محفل میں بیٹھے ایک شخص نے جھٹ سے شمع روشن کر دی۔ حضرت دوزانو بیٹھے تھے، ہاتھوں کی مٹھیاں بند تھیں اور آنکھوں کی پتلیاں مسلسل آسمان کی طرف اٹھ اٹھ کر توحید کی گواہی دے رہی تھیں جیسے آپ ہاتھوں کے پنجرے میں گناہگار انسانوں کی روحیں پکڑ پکڑ کر دھو رہے ہوں۔

اللہ اکبر کبیرا۔۔۔۔فرمایا

اور سر یر قبلہ رو پر شرف فرما ہوئے اور سید عبدالمنان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:
لیٹ جاؤ اور لوح دل پر اسم ذات کا تصور کرو اِسی کے ساتھ آج کی محفل برخاست ہوگئی۔

قائم تھی یوں تو درد کی محفل جگہ جگہ
ہم ہی سنا سکے نہ غمِ دل جگہ جگہ
دل ہر مقام شوق سے آگے نکل گیا
دامن کو کھینچتی رہی منزل جگہ جگہ(1)

❁❁❁❁❁

1۔ کلیات: صوفی تبسم

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

سچائی گلابوں کی طرح مہکتی ہے لیکن اس کی مہک تنہا پیدا نہیں ہوتی۔اس کے ساتھ جھوٹ، تصنع، ریاکاری، بغض اور حسد کے کانٹے بھی اُگتے ہیں۔کوٹنالی ہی کی بات ہے، ظہر کی نماز ادا ہو چکی تو امام مسجد نے سامعین کو مخاطب کیا اور کہا: ''سادات کوٹنالی'' کو حماقتوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا ہے کہ وہ سید ہونے کے باوجود لالہ محمد جمشید سے دھڑا دھڑ بیعت ہو رہے ہیں، وہ کوہستانی ہیں، ذات نجانے کیا ہے، سید کی بیعت غیر سید کے ہاتھ پر جائز ہوتی تو امام حسین پاک رضی اللہ عنہ یزید پلید کی بیعت کر لیتے، حسد کا غبار مسجد میں اٹھا، رقابتوں کی آندھیاں چلیں، طعنوں اور الزامات کے تیر چست کیے گئے۔حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ کے کچھ متوسلین اور چند بغیض حاسدین آپ کی محفل میں جا پہنچے آپ کے سامنے یہی مسئلہ اٹھایا گیا، آپ نے کمال صبر، تحمل اور متانت سے ارشاد فرمایا:

''اس میں شک نہیں کہ میں سید نہیں ہوں بلکہ سادات کی غلامی کو باعث فخر گردانتا ہوں۔ میرا اصل علاقہ کوئل پتن ہے۔میرے والد بزرگوار مہربان شاہ سادات کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ساری زندگی اپنے مکان کی چھت پر صرف اس لیے نہیں چڑھے کہ پڑوس میں خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند گھرانے تھے۔اہل بیت کی محبت اور احترام ہماری گھٹی میں ڈالا گیا ہے لیکن یہ سادات ہی کا سبق ہے کہ جو کسی کے لیے مٹتا نہیں وہ کچھ پاتا نہیں۔ہمارا مقصد پیری مریدی نہیں بلکہ مل کر کسی کو تلاش کرنا ہے۔کسی کے عشق میں جلنا ہے اور یہ کہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست (1)

پھر آپ نے ایک حدیث شریف کا مضمون بیان کیا جو اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ قوموں کو ضرور اس بات سے رُک جانا چاہیے کہ وہ اپنے مردہ آباؤ اجداد پر فخر کریں اس لیے کہ وہ یا تو دوزخ کے کوئلے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو گندگی کو ناک سے دھکیلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے آباؤ اجداد پر فخر کرنے اور غرورِ جہالت کو دور کر دیا ہے، نہیں ہے سوائے اس کے یا تو وہ تقویٰ دار مومن ہے یا بدبخت فاجر، سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ نے اس کے بعد خوش طبعی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں وادیٔ تناوّل میں سادات کو مرید بنانے کے لیے نہیں آیا بلکہ پیر بنانے کے لیے آیا ہوں۔ یہ موتی ہیں اور بدعات و خرافات کی گرد و غبار نے ان گہر ہائے تابدار کی چمک کو متاثر کر رکھا ہے۔ یقیناً تقویٰ کی راہ پر چلنا ہی ہم سب کے لیے بھلائی رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر متقی اور پرہیزگار میری آل سے ہے۔

آنکھیں بند فرمائیں اور زور سے فرمایا:

توبہ۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔بہ

چھوڑو ان باتوں کو آؤ مل کر ذکر کرتے ہیں۔

حلقہ بنایا گیا۔ اچھی طرح یاد پڑ رہا ہے کہ شبنمی رُت تھی اور گھنے درختوں سے چاندنی چھن چھن کر حلقۂ ذکر پر نچھاور ہو رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے ستارے بھی اپنے حسن فتنہ شکن کے ساتھ شریک ذکر ہوں۔ دعا کے لیے آپ نے ہاتھ اٹھائے جیسے آپ نے روحوں کو اپنے ہاتھوں پر رکھ کر حطیرۂ قدس میں داخل کر دیا ہو۔

ہائے وہ راتیں۔۔۔۔۔ملاقاتیں۔۔۔۔۔اور باتیں۔۔۔۔۔

خدا کے نور کو چھو کر یہ سوچتا ہوں ندیم
کہاں کہاں مجھے لائی میرے خیال کی رو(2)

❁❁❁❁❁

1۔ عبدالرحمٰن 2۔ احمد ندیم قاسمی

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی

صحیح یاد نہیں ''الولی'' نامی ایک گاؤں کے قریب کسی دوست کے ہاں آپ مہمان تھے۔رات کا ایک خاصا حصہ گزر چکا تھا محفل میں چند غیر مقلد بھی موجود تھے۔کسی درویش نے اقبال کا یہ شعر ترنم اور درد سے پڑھا:

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی (1)

آپ پر وجد طاری ہو گیا۔گریاں ومستاں آپ سنتے چلے جارہے تھے اور پڑھنے والا بھی لذت وسرور میں ڈوب کر اس کا تکرار کیے جارہا تھا۔کسی شخص نے کہہ دیا کہ آؤ! ذکر کرتے ہیں۔ آپ فرمانے لگے: اس کا نام بھی ذکر ہے، اس کی باتیں بھی ذکر ہیں، اس کی یاد بھی ذکر ہے، اس کا حوالہ بھی ذکر ہے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا اور پڑھنے والے نے پھر سے پڑھنا شروع کر دیا:

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی

طبیعت بدلی تو آپ فرمانے لگے:

''لوگ کس قدر بے وقوف ہیں کہ اللہ جل مجدہ کے نام سے دور ہیں اور دنیا ہی دنیا ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔کسی درویش نے کیا خوب کہا کہ بادشاہوں کو اگر پتہ چل جائے کہ نام خدا میں کیا لذتیں اور برکتیں ہیں تو وہ تاج شاہی پھینک کر درویشوں کے قافلۂ جاں مست میں شامل ہو جائیں''۔

محفل ذکر شروع ہوئی۔کچھ دیر آپ نے گردن جھکائے رکھی، پھر آنکھوں کی پتلیاں آسمان کی طرف پھیریں، پھر جھٹ سے آپ شرکائے محفل کے دلوں کی جانب دیکھنے لگ

گئے ۔ عجب سماں بندھا لوگ روئے جا رہے تھے، بظاہر رونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہو رہی تھی لیکن آنکھوں کی جھلیں آب ندامت سے لبالب بھر رہی تھیں ۔ اچانک آپ نے ہاتھ دعا کے لیے بلند کر دیے، بجھی شمع جلی تو ہر نظر آپ کے چہرے کا طواف کر رہی تھی جیسے آپ فرما رہے ہوں:

با پرستارانِ شب دارم ستیز
باز روغن در چراغ من بریز(2)

ایک شخص نے کشف وغیرہ کی کچھ باتیں چھیڑنا چاہیں لیکن آپ نے فرمایا:

''میرے نزدیک ان چیزوں کی کوئی قیمت نہیں، انسانوں کا اصل سرمایہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت ہے، ہمارا مسلک، ہماری منزل اور ہمارے اصول تربیت سب ''اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ'' کے گرداگرد گھومتے ہیں''۔

ایک شخص نے عرض کی قبلہ! فلاں شخص آپ سے تعویذ لینے کے لیے آیا ہے۔ اس پر آپ نے محفل میں بیٹھے ہوئے ایک ''سیدزادے'' کی طرف اشارہ کر دیا اور فرمایا:

''یہ کام ان کا ہے، میں اُمّی شخص ہوں مجھے سوائے اللہ عزسبحانہ کے ذکر کے اور کچھ نہیں آتا''۔

ہر لحظہ نیا طور ، نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے(3)

صبح ہوئی اور آپ ''ہری پور'' کی طرف روانہ ہوئے۔ گاڑی نہ ملنے کی وجہ سے پیدل ہی چلنا پڑا۔ راستہ میں تربیلہ جھیل پر نظر پڑی اور ان ویران بستیوں کا ذکر آیا جو زیر آب دب گئیں۔ کچھ دوستوں نے چند اصحاب مزارات کا ذکر کیا تو آپ گھائل ہو گئے اور فرمانے لگے:

''زندگی اور موت بھی کیا چیز ہے اور انسان کس قدر وحشت ناک راہوں کا مسافر

ہے، چلتے چلتے آپ رک گئے اور اپنے ایک ساتھی کے کندے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا موت بھیانک سایہ ہے لیکن مومن کے قلب بیدار کا یہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی اس لیے اللہ کے ذکر سے اپنے دلوں کو زندہ کرو‘‘۔

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے(4)

آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ راہ وفا میں چلتے جا رہے تھے اور آپ کے دل کی دھڑکنوں میں اسم باری کا نور اور روح کی گہرائیوں میں حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور آپ گویا بقول عارف اپنے دوستوں کو حوصلہ دیتے بڑھ رہے تھے:

وہم و شبہات کے آثار مٹاتے چلیے
ذوق و وجدان کے گلزار کھلاتے چلیے
توڑ کر سخت پہاڑوں کو ، خلیجیں بھر کر
آنے والوں کے لیے راہ بناتے چلیے
فاصلے قرب میں ڈھلنے کو ہوا کرتے ہیں
اشہب شوق کو مہمیز لگاتے چلیے(5)

❁❁❁❁❁

1۔ حکیم الامت اقبال
2۔ حکیم الامت اقبال
3۔ ضربِ کلیم: اقبال
4۔ حکیم الامت اقبال
5۔ عرفانیات: عارف سیالکوٹی

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا است

ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ است

حضرت سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''تم اسلام کو اس حقیقت تک پہنچاؤ کہ ایمان تک رسائی حاصل ہو جائے، ایمان کی حقیقت کو پاؤ تا کہ یقین تک جا پہنچو اس طرح تم وہ کچھ دیکھو گے جو تم نے پہلے نہ دیکھا تھا یقین صورت اشیاء کی حقیقت یوں کھولتا ہے کہ اطلاعی باتیں مشاہداتی لذت دینے لگ جاتی ہیں۔۔۔۔۔''

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ کی ساری زندگی پختگیِ ایمان اور استحکامِ یقین کے گرد اگرد گھومتی رہی۔ایک مرتبہ ویسٹرج 42 پنجاب کی جامع مسجد میں آپ تشریف فرما تھے، سردیوں کا موسم تھا، دھوپ قاسم راحت بنی ہوئی تھی۔ایک شخص حضرت کی بیعت کرنے کے لیے آیا لیکن بیعت سے پہلے اس نے سوال کیا کہ ''فقر کیا چیز ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: صحیح جواب تو علماء ہی دے سکتے ہیں لیکن میرے نزدیک فقر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرزِ زیست کا نام ہے، یہ نہ باجا و سنگیت ہے اور نہ ہی یہ نَے و رُباب ہے۔فقر بدن کی مفلسی ہے، ذہن کا غنا ہے اور دل کی زندگی ہے'' پھر آپ نے فرمایا: ''مجھے کچھ معلوم نہیں فقر کیا ہے؟ میں صرف اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنا فقر جانتا ہوں اور دل کو اللہ کے ذکر میں مست بنائے رکھنا میرے پیر و مرشد کا تلقین کیا ہوا وظیفہ ہے''۔

گویا آپ نے فرمایا:

فقر چیست اے بندگانِ آب و گل
یک نگاہِ راہ بیں ، یک زندہ دل

حضرت سیدی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے فقر سے اتنی ہی محبت رکھتا ہے جتنی دولت مند اپنی دولت سے محبت رکھتا ہے۔حضرت لالہ جی

علیہ الرحمۃ نے ساری زندگی تنگ دستی میں گزاری۔اوائل عمر میں بکریاں بھی پالیں اور کتنے دن تک محض بکریوں کے دودھ ہی پر قناعت کی لیکن عسرت کو اللہ جل مجدہٗ کی معرفت کی دہلیز تصور کیا۔کبھی نامساعد حالات کا شکوہ زبان پر نہ لائے بلکہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے دعا کی ''میرے ربّ! مجھے اپنے عشق سے نواز''۔۔۔۔۔ہاتف کی ندا آئی کہ'' مصیبتوں اور تکلیفوں کے لیے تیار ہوجاؤ'' اس لیے کہ جو عشق کی راحت پانا چاہتا ہو اسے مصائب کے کانٹوں پر چلنا پڑتا ہے۔

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

عصر اور مغرب کی نماز اسی مسجد میں ادا فرمائی۔بعد ازاں ایک صوبے دار صاحب عبداللہ کے گھر تشریف لے گئے،کھانا تناول فرمایا،محفل ذکر ہوئی۔دفعتہً آپ کی نظر صوبیدار صاحب کے کندھے پر جا پڑی جہاں سے ان کی قمیض پھٹی ہوئی تھی۔آپ آب دیدہ ہوگئے اور فرمایا:

''یہ حالت اللہ جل مجدہٗ کو بہت محبوب ہے،غربت نور الٰہی کی اساس ہے اور دولت غفلت کے اندھیرے ہیں، دیکھتے نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عیش و آرائش کی روش حیات پسند نہ فرمائی اور فقیرانہ زندگی سے محبت رکھی۔یاد رکھو۔۔۔۔۔جس کو پھٹے پرانے کپڑے پہن کر سر بازار چلنا آگیا اس نے گویا اپنے نفس کو پارہ پارہ کر لیا،ایسا فقر ہی باعث افتخار ہے اور اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے باعث فخر قرار دیا۔۔۔۔۔''

سماں ''الفقر فخری'' کا رہا شان امارت میں
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

صبح ہوئی آپ نے مسجد میں باجماعت نماز ادا فرمائی،سورج کی ابھرتی کرنوں میں آپ تانگے پر سوار ہوئے۔پچھلی نشست پر آپ تشریف فرما تھے۔زوردار آواز سے ایک سید شکستہ

حال کو مخاطب فرمایا:

''ذکر کی محفل ترک نہ کرنا یہ عروج کا زینہ ہے، شیطانی حملوں سے بچنے کی ڈھال ہے اور آخرت کا بہترین سرمایہ ہے''۔

دیکھنے والے دیکھ رہے تھے دور تک ایک تصویر آنکھوں میں رنگ و راحت کی روشنیاں بکھیرتی رہی۔ جونہی گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز مدھم پڑی ساتھ ہی وہ حسن وتقویٰ کی تصویر بھی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔

ترے فراق میں جیسے خیال مفلس کا
گئی ہے فکر پریشاں کہاں کہاں میری

افکار کے بھنور میں میری فکر کے ناخدا۔۔۔۔۔!

میرے دل کے دل۔۔۔۔۔!

میرے رازوں کے نگہبان۔۔۔۔۔!

میرے امور دین و دنیا کی حیات۔۔۔۔۔!

تجھے کہاں ڈھونڈوں۔۔۔۔۔!

اب ''معرفت باری'' کے پیاسوں کو چشمۂ حیواں تک کون پہنچائے گا۔ جانے والے تُو خود گواہ رہنا ہم نے اپنے شنیدہ اور نادیدہ دوست کی رضا کے لیے تیری راہوں کی خاک اور تیری دہلیز کی مٹی کو سرمۂ چشم بنایا ہے۔

التجا نظر کرم کی۔۔۔۔۔!

❀❀❀❀❀

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقیر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شانِ بے نیازی

ایک بار پوچھا

قبلہ لالہ جی صاحب۔۔۔۔۔!

آپ کا اصل علاقہ کون سا ہے؟۔۔۔۔۔

قبلہ لالہ جی صاحب! ارشاد فرمانے لگے:

''ان باتوں میں کیا فائدہ یہ رسولوں اور نبیوں کی شان ہوتی ہے کہ ان کی ہر چیز محفوظ ہوتی ہے اور ان سے متعلق ہر چیز بلکہ ہر تصور کا محفوظ کرنا ضروری بھی ہوتا ہے۔ باقی رہے ہم تو اس قابل نہیں کہ کوئی شخص اپنا قیمتی وقت ہمارے لیے صرف کرے، پھر خود ہی فرمایا کہ ایک مرتبہ ماسٹر حبیب الرحمٰن نے ایک کتاب لکھی (1) اور اس میں میرا ذکر بھی کر دیا۔ مجھے پتہ چلا تو میں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور اسے بتایا کہ اس میں دو نقصان ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ میرا نفس خراب ہو سکتا ہے اور دوسرا یہ کہ وقت کا بے جا استعمال۔ بروز قیامت زندگی کی ان گھڑیوں پر سخت ندامت ہوگی جن میں اللہ جل مجدہ کا ذکر نہ کیا گیا ہوگا سو بہتر یہی ہے کہ کثرت کے ساتھ اللہ اللہ کی جائے''۔

یہ فرمایا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ دھیرے دھیرے آگے بڑھے اور کوٹنالی گاؤں کی مسجد میں بیٹھنے کا ارادہ ہوا۔ عرض کی گئی لالہ جی حضور! ''کوہ جب'' کی طرف چلتے ہیں۔ خوشگوار دھوپ میں کسی پہاڑی ڈھلوان کی اوٹ میں ذکر کرنے کا مزا ہی کچھ اور ہوگا۔ آپ نے بات کاٹ دی اور فرمایا:

''حضور صرف، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، میں محمد جمشید ہوں محض جمشید اس کے سوا کچھ نہیں''۔

گاؤں کی تنگ اور تاریک گلیوں سے گزرتے ہوئے پیچھے مڑے اور سید عبدالمنان شاہ صاحب سے فرمایا۔۔۔۔۔

''دیہات میں مکان اگرچہ بے ڈھب بنے ہوتے ہیں اور دیواریں بھی بھدی اور بوجھل ہوتی ہیں لیکن یہ لوگ اپنی سادہ روایات اور ذہنی سلاست کی بنا پر اللہ جل مجدہ سے بہت قریب ہوتے ہیں۔ یہاں سوچیں پاکیزہ رہ سکتی ہیں اور مناسب روحانی تربیت کے مواقع تلاش کیے جاسکتے ہیں''۔

حضرت لالہ جی علیہ رحمتہ کی رفاقت میں ایک مختصر سا قافلہ اب پہاڑی درے سے گزر کر ایک خوبصورت وادی میں پہنچ چکا تھا۔ پانی کی آبشاریں، کوئل کی کوک، بلبل کا نغمہ، چشموں کی مستی، درختوں کی شادابی، پربتوں کی رفعت، حسن کے دریا میں لہریں اٹھا رہی تھیں۔ آپ ''ضمیریاں'' نامی ایک جگہ پر لب جو تشریف فرما ہوئے۔ چشم خدامست کو مخصوص انداز میں حرکت دی۔ کسی کا تصور لوح دل پر جمایا۔ لگ رہا تھا جیسے آپ کا بند بند محبت بھرے جذبوں سے بھیگ چکا ہے۔ آنکھیں کھولیں اور ہاتھ پانی میں ڈالا اور چلو بھر کر پھر پانی، پانی میں پھینک دیا اور فرمانے لگے:

''یہ مٹی اچھی ہے، خدا پرستی کے بیج یہاں بوئے جا سکتے ہیں، یہاں کے پانیوں سے وفا کی مہک اٹھ رہی ہے۔ اللہ کرے یہاں سے کوئی بندہ پیدا ہو اور اللہ جل مجدہ کے دین کا کام کرے''۔

دن ڈھلا اور پہاڑی دروں سے بکریوں کے ریوڑ واپس گھروں کی طرف جانے لگے۔ لالہ جی صاحب کی طرف دیکھا تو محسوس ہوا جیسے آپ کا وجود ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو چکا ہے۔ استفسار کیا تو فرمانے لگے: جیسے یہ ڈنگر ڈھور سرِ شام گھروں کی طرف جا رہے ہیں، اسی طرح ہمیں بھی ایک دن دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ آپ نے دنیا چھوڑنے کا ذکر اس رنگ میں کیا کہ فضا سنسان ہوگئی۔

حریفاں باده ہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ را کردند و رفتند

ہولے ہولے اللہ جل مجدہ کی محبت کی آگ تاپنے والے واپس قصبہ کی طرف لوٹے۔ آگے آگے سید برہان شاہ صاحب تھے اور پیچھے ایک درویش ملیشیے کے کپڑوں میں ملبوس کمبلی اوڑھے چل رہا تھا۔ وقفے وقفے سے وہ مرد قلندر رکتا اور شرکائے گفتگو کی روحوں میں خدا پرستی کا نور بکھیرتا۔ ایک پہاڑی نکڑ پر پاؤں رکھا تو ڈوبتے سورج کی بہتی کرنوں نے سلامی دی۔

''ہائے''

اس مرد حق کے ان الفاظ میں کتنی تاثیر تھی

''استغفر اللہ''

توبہ میری ربِّ اقبال کا مرد فقیر جامۂ جمشید میں ملبوس نظر آیا:

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شان بے نیازی
یہ فقر غیور جس نے پایا
بے تیغ و سناں ہے مرد غازی
مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

❁❁❁❁❁

1۔ انوار ولایت شمسیہ: ماسٹر مولوی حبیب الرحمٰن مجموعہ مکتبہ حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم گارڈن کراچی

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

لڑکے نے پوچھا!

''لالہ جی! آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟''

''میں اوگی جارہا ہوں'' آپ نے فرمایا۔

''آپ نے تکلیف فرمائی میرے پاس تشریف لائے''، لڑکے نے کہا۔

آپ فرمانے لگے:

میں کوٹنالی سے واپس آرہا ہوں سوچا جاتے ہوئے تمہیں دیکھتا جاؤں۔لو یہ دو روپے تم اپنے پاس رکھ لو اور دیکھو! تم سید ہو اور سید نمازیں چھوڑا نہیں کرتے۔دیکھا تم نے کہ تمہارا چچا سید عبدالمنان شاہ کتنا وفادار آدمی ہے۔پہلے یہ بزرگ تھا اب یہ محض مسلمان ہے۔اس نے پرانے روپ اتار پھینکے ہیں۔یہ علم ڈھونڈتا تھا علم والے نے کانٹا اس کی طرف پھینک دیا اب یہ شکاری ہے، بدعتوں کا دشمن ہے، رسم ورواج سے نفرت رکھتا ہے، دین اس کی سوچوں کا مرکز بن چکا ہے۔بیٹے! تم جہاں پڑھتے ہو یہ تمہاری منزل نہیں ہے، تمہاری منزل اور ہے، تمہیں اسے بھی تلاش کرنا ہے۔تمہاری آنکھوں میں روشنی ہے، اگر تم نے دیکھنے کی کوشش کی تو تم ان راہوں میں بھی ناکام نہیں ہوگے۔میں نے سنا ہے جب تم پانچویں کے طالب علم تھے تو اُفق پر تم نے روشنیوں سے کلمہ طیبہ لکھا ہوا دیکھا تھا۔کیا اب تم وہ روشنی، وہ نور اور وہ تحریر سب بھول گئے ہو۔ہاں تو تمہیں بھوک لگی ہوگی آؤ! کھانا کھاتے ہیں، اس کے ساتھ ہی سب لوگ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں بیٹھ گئے اور آپ نے شفقت سے اس لڑکے کو سینے سے دبا لیا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا لیا اور فرمایا: ''ذکر کرتے ہو اگر نہیں کرتے تو کیا کرو''۔۔۔۔۔

لڑکے نے کہا: ''حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کیسے مل سکتے ہیں۔۔۔۔۔؟''

’’اللہ اکبر کتنی چھوٹی سی بات پوچھی ہے۔ پوچھا ہوتا انسان خضر کیسے بن سکتا ہے؟‘‘

آپ نے فرمایا:

او گی آنا بتاؤں گا خضر کیسے بنتے ہیں؟ خضر کیسے رہتے ہیں اور خضر کیسے گھومتے ہیں لیکن یاد رکھنا نماز نہ چھوڑنا۔ اگر تم نے نماز چھوڑی تو پھر کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ دیکھو ناں تمہاری امّی بی بی نے تمہیں کبھی وضو کے بغیر کھانا بھی پکا کر نہیں کھلایا، جو ضروری بات مجھے تم سے کرنی ہے وہ یہ کہ انگریزی تعلیم کے شوق میں دینی علم چھوڑ نہ دینا۔ کسی دارالعلوم میں آ ؤ جاؤ اور دین سیکھتے رہو، پھر اس کے بعد آپ نے ایک جھرجھری لی اور کہا: ’’اللہ اکبر۔۔۔۔۔!!!‘‘ اور اپنا بیگ کندھے پر رکھ لیا اور چل پڑے۔ لڑکا ان کی پُراسرار شخصیت کو دیکھتا رہا۔ تھوڑا آگے بڑھے اور پھر واپس ہو گئے اور کچھ انگور خریدے اور لڑکے کو آواز دی:

’’آؤ ادھر آ ؤ‘‘

’’یہ انگور بہت میٹھے ہیں خود بھی کھانا اور دوستوں کو بھی کھلانا‘‘۔

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

1968ء میں جو انگور حضرت نے اس لڑکے کو دیے تھے وہ آج بھی کھا رہا ہے اور اس کے دوست بھی کھا رہے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ انگور اس کو جنت میں بھی ملیں گے۔

قدح سے دل ہے مراد اور مے سے عشق غرض
میں وہ نہیں کہ نہ سمجھوں زبان بادہ فروش
(شیفتہ)

❁❁❁❁❁

کیا سہل جی سے ہاتھ اٹھا بیٹھے ہیں ہائے
یہ عشق پیشگاں ہیں الٰہی کہاں کے لوگ

''کڑچھ'' سے کچھ لوگ نکلے اور پیدل ہی ''گوڑتی'' کی طرف سے ہری پور روانہ ہوگئے۔ ''کلکوتری''(1) کے سامنے سے ایک پہاڑی نالہ کوانہوں نے اپنا راستہ قرار دیا۔اب پانی اور وہ ایک دوسرے کی مخالف سمت چل رہے تھے۔حضرت لالہ جی نے ایک قبلہ رو چٹان کو اپنا مصلیٰ بنالیا اور چاشت کی نماز ادا فرمائی۔نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے:''بارگاہِ ایزدی میں حضوری کے لیے اشراق اور چاشت کی نماز بہت مؤثر ہیں،ان سے دل منور ہوتا ہے یکسوئی حاصل ہوتی ہے خصوصاً جب اس میں انقطاع ہو۔۔۔۔۔''

لالہ جی علیہ الرحمتہ نے کلیجی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا،سر پر جناحی کلاہ تھی ، پاؤں میں ٹوٹے ہوئے چپل تھے۔ایک ساتھی نے پوچھا:''جناب محترم! آپ تھکے تو نہیں۔۔۔۔۔'' فرمایا۔۔۔۔''وادیٔ تناؤل میں میری آمد دنیوی مقاصد کے لیے نہیں ہے اور محبوب کی راہوں میں صحرا نوردی اور آبلہ پائی جو لذت رکھتی ہے وہ اہل محبت سے پوشیدہ نہیں۔۔۔۔۔'' پہاڑی علاقے میں سرسبز درختوں کی لہلہاتی شاخیں کبھی بچھ کر،کبھی لہرا کر اور کبھی جھک کر آپس میں ملتی ہیں تو مختلف حروف اور الفاظ بنتے ہیں۔دیہی اور کوہستانی علاقوں کے طلبہ اکثر پہیلیاں بھی اسی نوعیت کی ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔گوڑتی کے دو بچے جو غالباً سکول سے بھاگے ہوئے تھے، سنگ نشینوں کے پاس آ بیٹھے۔ان کے اشغال بچوں کی سمجھ سے بالا تھے۔ایک بچہ دوسرے بچے سے پوچھنے لگا:''اچھا تو بتاؤ؟۔۔۔نوسو کہاں لکھا ہوا ہے''۔بچے نے زیتون کے تین درختوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:''وہ دیکھو تین درخت ہیں جن میں سے دو صفر کی شکل بنا رہے ہیں اور تیسرا قدرتی ساخت میں نو کے مشابہ معلوم ہو رہا ہے''۔صحیح جواب پر دونوں بچے کھلکھلا کر ہنسے۔ان کے قہقہے پہاڑی دروں میں تحلیل ہوگئے۔وادیاں خوشیوں سے لبریز ہو

گئیں۔درخت مسکرانے لگے اور لہرانے لگے۔سرسبز گھاس مسرتوں سے لت پت ہوگئی اور وہ دونوں بچے بانہوں میں بانہیں ڈالے گوڑ کی کی طرف چل پڑے۔۔۔۔۔

لالہ جی علیہ الرحمۃ کی طرف دیکھا جیسے چہرے پر نور کی بارش ہو رہی ہو اور فطری مستعدی نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا ہو۔تشکر کے جذبوں میں آپ کا انگ انگ بھیگ گیا ہو۔۔۔۔۔دفعتاً آپ نے اپنے ایک نوجوان ساتھی سے کہا:''ان درختوں میں ذرا غور سے دیکھو۔۔۔!کہیں اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت مآب تو نہیں لکھا ہوا۔۔۔۔۔''اب نظریں گھومنے لگیں۔۔۔پپوٹوں میں تلاش کی آگ جلنے لگ گئی۔دیدہ مست پردۂ فطرت پر اسم باری تلاش کرنے میں مگن ہوا۔قافلے میں شریک ہر شخص درختوں کے پتوں پر،آسمان کے اُفق پر اور چٹانی سلسلوں پر جیسے اللہ ہی اللہ لکھا ہوا پڑھ رہا ہو۔وادیٔ تناول جیسے نور کی سیل رواں میں بہہ رہی ہو۔۔۔پہاڑی ٹیلوں کو نسیم راحت کے جھونکے لوریاں دے رہے ہوں۔حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ نے حسب عادت زور سے''ہوں۔۔۔۔۔!!!''تیز آواز زبان مبارک سے صادر فرمائی جس سے داخل کی دنیا روشن ہوگئی اب اسم جلالت مآب''اللہ''دل کی تختیوں پر نظر آنے لگا۔حضرت علیہ الرحمۃ نے معاً زور سے فرمایا:

توبہ۔۔۔۔۔۔!!!

استغفار۔۔۔۔۔!!!

کوئی نہیں تیرے سوا مولا۔۔۔۔!!!

لاموجود الاانت۔۔۔۔۔۔!!!

ایک ساتھی نے عرض کی!قبلہ ہمارا سلسلۂ تربیت وطریقت نقشبندیہ ہے اور اس میں وجود کی بات نہیں کی جاتی بلکہ شہود پر زور دیا جاتا ہے۔آپ نے فرمایا:''وجود و شہود قلبی کیفیات کے نام ہیں۔واردات بدلتی رہتی ہیں،جیسے ایمان اپنی کیفیت کے اعتبار سے بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا

بھی ہے لیکن اپنی اصل میں نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ''۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی بحث نے طوالت پکڑی تو آپ نے فرمایا:''میں اُمی ہوں مجھے کچھ معلوم نہیں میرے پیر نے مجھے صرف ذکر اللہ تلقین کیا ہے'' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ''میں وہ کرتا ہوں۔ اصطلاحی تصوف سے میں ناآشنا ہوں اس کے لیے علماء سے رابطہ کریں، لگ رہا تھا کہ آپ گفتگو گریزی فرما رہے ہیں۔ ایک بار پھر محفل میں سکوت طاری ہو گیا۔ ذکر کی محفل جم گئی۔ تناول کے پہاڑ ذی سلم کے ٹیلوں سے اٹھنے والی خوشبو سے مہک اٹھے، ہندکو زبان میں سادگی کی گلاب پتیوں میں لپیٹ لپیٹ کر لالہ جی دعائیہ جملے ادا فرمانے لگے، دعا ختم ہوئی اور آپ نے فرمایا:''جلدی کرو راستہ طویل ہے، اندھیرا چھانے سے پہلے منزل پر پہنچ جائیں تو بہتر ہے''۔

''گوڑّی'' کی راہوں کی طرح لالہ جی نے اپنی زندگی کا سفر بھی ذکر۔۔۔ ذکر اور ذکر ہی میں طے کر لیا۔ آپ نے ہمیشہ دھیان رکھا کہ اندھیرا پڑنے سے پہلے ہی منزل پر پہنچا جائے اور بلاشبہ اندھیروں سے پہلے ہی آپ روشن منزل پر جا پہنچے۔ اب ان کی باتیں ہی باتیں رہ گئیں لیکن ان کے کچے مکان کی باتوں میں، ناپختہ کوچوں کی کہانیوں میں، ان کے کل اور ان کے آج کی باتوں میں اور ان کے وعظ اور سکوت کی باتوں میں روشنیاں پھوٹتی نظر آ رہی ہیں۔ وہ دیکھو خدا پرستی کا مہر درخشاں کس قدر تابناک ہے۔

مجھ سے نہ پوچھ حال دل اب قابل بیاں نہیں
زخم کدھر کدھر نہیں درد کہاں کہاں نہیں

❁❁❁❁❁

1۔ کڑچھ، ککوتری اور گوڑّی تینوں لوئر تناول ہزارہ ڈویژن کے معروف گاؤں ہیں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
من غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

پاکستان میں کلفٹن کی شہرت متضاد پہلو رکھتی ہے۔شر و شہوت کے متوالے بھی اس نام کو خوب جانتے ہیں اور ''نسوانی اقتدار'' کے پجاری بھی نسبت جاناں کی وجہ سے اسے قلب و روح کا مطاف تصور کرتے ہیں۔ہمیں بھی کلفٹن سے لگاؤ ہے لیکن ہمارے لگاؤ کی وجہ سراسر دوسری ہے۔وہاں ایک درویش آسودہ ہیں۔''عبداللہ شاہ غازی'' کا نام کس نے نہ سنا ہوگا۔جس طرح دن کی روشنیاں رات کی دبیز سیاہیوں کو دبا لیتی ہیں ایسے ہی مردان درویش بھی ہر سیاہی کے تعاقب میں روشنیوں کے لشکر لے کر برسرِ پیکار رہتے ہیں۔۔۔۔۔حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ سے عرض کی! قبلہ مہربانی فرمائیں تو کلفٹن جایا جائے۔۔۔۔''کلفٹن کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا۔''حضور کلفٹن ساحل سمندر ہے، وہاں ایک درویش ڈیرہ جمائے ہوئے ہیں، عشاق کے قافلے رات دن وہاں حاضری دیتے ہیں۔باران نور سے وہاں قلب و روح دھل جاتے ہیں''۔ ایک ساتھی کی ان باتوں پر لالہ جی فرمانے لگے:

''دیکھنا میں حج کے لیے جا رہا ہوں میرا وقت ضائع نہ ہو'' یہ کہا اور جانے کے لیے آمادہ ہو گئے۔۔۔۔تھوڑی ہی دیر بعد آپ اپنے غلاموں کے ساتھ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر حاضری دے رہے تھے۔حاضری سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک سیدزادے کو مخاطب کر کے فرمایا: شاہ جی یہ مزار ڈبل سٹوری ہے یا سنگل سٹوری، یہاں کراچی میں بڑا عجیب رواج ہے، قبر کہیں اور ہوتی ہے اور زائرین کے لیے حاضری گاہ کہیں اور تیار کر دی جاتی ہے۔لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں، ہر مقدس جگہ کا ایک حق ہوتا ہے، طواف کعبہ شریف کا حق ہے، آپ لوگوں کو منع کیا کریں کہ وہ قبروں کا طواف نہ کریں۔وہیں بیٹھے بیٹھے چکوال کے ایک قافلہ کا ذکر چھیڑ دیا گیا کہ انہیں خواب میں اشارہ ہوا کہ کراچی جا کر وہ سمندر میں کود جائیں خود بخود وہ کربلا پہنچ

جائیں گے۔ان بندگان خدا نے سچ مچ سمندر میں چھلانگ دے ماری۔۔۔۔۔لالہ جی یہ بات سن کر رونے لگ گئے اور فرمایا: ''لوگ کس قدر جاہل ہیں وہ جانتے نہیں کہ خواب صرف نبیوں اور رسولوں کے قابل اطاعت و وفا ہوتے ہیں، دوسرے لوگوں کے خواب بھی سچے ہو سکتے ہیں لیکن ممکن ہے شیطان ان میں دخل اندازی کر دے''۔ یہ کہا اور جھنجھلا کر کہا: ''اللہ''

جسم کی پھپھوندیاں اڑنے لگ گئیں استغفر اللہ فرمایا اور کہا: ''دعا کرو اللہ ربّ العزت ہمیں جہالت سے بچائے، اعتقاد اور اعمال میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت نصیب ہو''۔ اٹھنے لگے تو ایک لڑکے نے تصویر بنالی۔ مزاج مبارک میں برہمی آ گئی اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہدایت دے'' اور پھر خاموش ہو گئے۔

نسیم آداب شکن کا ایک جھونکا آیا اور کندھوں پر سے چادر اڑا کر زمین پر پھینک دی، طبیعت خوشگوار ہوگئی اور مسکرا دیے۔ ہاتھ ریش مبارک پر پھیرا اور رُخ پُر جمال سورج کی طرف پھیر دیا۔ چہرے پر آنسوؤں کے قطروں میں سورج کی کرنیں کھب گئیں، ایسے لگا جیسے شبنم کریاں مہر درخشاں سے بہتی روشنی میں ضوفشاں ہوگئی ہو۔ ساتھ ہی عینک اُتاری اور دامن سے اسے صاف کرنے لگ گئے۔ ہائے اس سادگی پر کون نہ مر جائے، پھر عینک پہن کر سمندر کی طرف دیکھا جیسے لہریں سمندر میں نہ ہوں، قلب بینا کی گہرائیوں سے اٹھ رہی ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے سب خاموش ہو گئے اور دھیان کسی کی ذات وصفات میں کھو گیا۔ ایک ساتھی نے کلفٹن کے سمندر کو حقیر جانتے ہوئے شیخ کے سینہ بے کینہ کے بحر مواج میں غوطہ زنی کی اور یہ شعر پڑھا اور سب چل دیے:

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانڑے ہو
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونج موہانڑے ہو

❁❁❁❁❁

ان کے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

کسی بادشاہ یا صاحب عقد وکشا کی باتیں لکھنا آسان ہوتی ہیں لیکن دیوانوں، آشفتہ حالوں، بوریہ نشینوں، عرش خیالوں، فقیروں اور حال مستوں اور فلک سیروں کی باتیں لکھنا دریا الٹا بہانا ہوتا ہے۔ وہ جذبے جو درد چشیدہ سینوں، زخمی دلوں، سرد آہوں اور بھیگی آنکھوں سے پھوٹتے ہیں انہیں حنوط کرنا آسان نہیں ہوتا۔ وادیٔ جنوں میں شاید قیس اور فرہاد ایسے لوگ پتھر لیے کھڑے ہوں تو ان کی جذب بھری اداؤں کو قلم کی نوک تک لے آنا قدرے سہل ہے لیکن جب اس صحرائے قبر نظر میں حسن بصری رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ اور جنید و بایزید ایسے بزرگان عشق پیشہ آموجود ہوں تو زبان وقلم کو یارا نہیں رہتا کہ ان کی یادوں کے حسین پیکروں کو لفظوں کے جامے پہنائے۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ کا تعلق ان عشاق اور ان وفا پرور اور محبت مست بزرگان دین سے ہے، جن کے وجود سے نکلنے والی روشنیوں کی ''قیل وقال'' میں تحریر از بس دشوار ہے خصوصاً جبکہ لکھنے والا یاد کرنے اور یاد رکھنے کی کلفتوں سے اس قدر بے گانہ ہو کہ اسے گھر کا فون نمبر بھی بھول جائے اور اس پر مستزاد یہ کہ جس کی باتیں لکھنے کا ارادہ ہو وہ پیر بھی ہو، سائیں بھی ہو، مرشد بھی ہو اور استاد بھی ہو اور یہ بھی کہ اس کی محبت ٹھرک بن گئی ہو تو پھر سوچ لیں کہ لکھنا اور یاد رکھنا کیا قیامت ہو گی۔ بہر حال ایک رات کی بات ہے یا یہ کہہ لیں کہ ایک رات تھی اور بات تھی، بارش شدید تو تھی ہی موسلا دھار بھی تھی بلکہ موسلا دھار سے بھی کچھ زیادہ موسلا انہار تھی۔ بارش کے ساتھ زمستانی ہواؤں کی سرسراہٹ اور برف باری کی آمیزش نے ایبٹ آباد کے در و دیوار کو سنسان بنا رکھا تھا۔ سید عبدالمنان شاہ صاحب کے چھوٹے سے گھر کے دروازے پر کسی نے دستک دی، دروازہ کھولا گیا تو ایک شخص زمانہ دامن میں لیے، وقت کو مٹھیوں میں دبائے تشریف

فرما ہوا۔ حضرت لالہ جی کو اندر بٹھایا گیا۔ چند دقیقوں کے بعد آپ نے نماز شروع فرما دی، فارغ ہوئے تو سید صاحب نے فرمایا: لالہ جی صاحب! اتنی شدید سردی اور برف باری میں تشریف فرما ہو کر شفقت فرمائی۔۔۔۔۔

فرمایا:

''محبت کو نہ سردی لگتی ہے نہ گرمی، عشق بھوک محسوس کرتا ہے نہ پیاس، مادیت اور دنیا کے محل اس کے لیے دار و رسن ہوتے ہیں اور فقر اور غربت اس کی تفریح گاہیں ہوتی ہیں''، پھر اچانک محترمہ بیگم سیدہ صاحبہ پر نظر پڑی جن کا وجود سل کے مرض میں گویا ریزہ ریزہ بنا ہوا تھا۔۔۔۔۔ لالہ جی نے ایک درد بھری آہ بھری اور ان کی صحت کے لیے دعا فرمائی۔۔۔۔۔ دردناک مناجات کے بعد فرمانے لگے۔۔۔۔۔ بیماری فاسقین کے لیے عذاب ہے اور عشاق کے لیے رضا کا زینہ ہے۔ حوادث، امراض، بلیّات اور صدمات انسان کو منہاج ترقی پر وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں کروڑ سال کی عبادت اور ریاضت بھی نہیں پہنچا سکتی۔ اپنی بیوی محترمہ کا ذکر کیا کہ وہ سالہا سال تک صاحبِ فراش رہی لیکن جب کبھی میں اس کی صحت کے لیے دعا کرنا چاہتا وہ چیخ اٹھتی کہ آپ کو معلوم ہے کہ بیمار آدمی سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں، بیماری نعمت ہے لیکن اس کے لیے جس کا دل صبر سے لبریز ہو۔ اس سے پوچھا: تمہیں صبر کیسے حاصل ہوا؟ فرمانے لگیں: لالہ جی صاحب! جب سے آپ سے تعلق ہوا اللہ تعالیٰ نے صبر کی سوغات عطا فرما دی ہے۔۔۔۔۔ !!! ذکر کرتی رہتی ہوں بعض اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ آگے پیچھے روشنیوں کی بارش دیکھتی ہوں۔ کچھ لوگ ایسے نظر آتے ہیں جن کے سروں سے لے کر عرش الٰہی تک روشنیوں کی تابناک کرنیں دکھائی دیتی ہیں''۔۔۔۔۔

لالہ جی نے فرمایا:

''اس میں تیرا اور نہ میرا کسی کا کمال نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے، ہاں

ایک بات ضرور ذہن میں رکھنا وہ یہ کہ ان روشنیوں اور اندھیروں کسی سے کچھ غرض نہ رکھنا،مومنہ عورت ہو یا مومن مرد ان کا زیور ذکر الٰہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔اپنی آخرت کے لیے یہ گہنا ضرور تیار کرنا''۔

خاصی دیر تک دین مبین کے حوالہ سے گفتگو ہوتی رہی،تقریباً ساڑھے بارہ بجے آپ آرام کے لیے سر یرآرا ہوئے۔مکان کی چھت لوہے کی چادروں سے بنی ہوئی تھی جب بھی بارش کے تیز جھالے چھت سے ٹکراتے خوفناک آوازیں پیدا ہوتیں۔وقفے وقفے سے آپ ''اللہ اکبر،اللہ اکبر'' کی صدائے سکوت شکن سے ماحول کونور ورحمت میں لپیٹ لیتے۔کبھی''اللہ خیر حافظاً'' پکارتے الفاظ کا ارتعاش گھر ودر میں خوشبو بکھیر دیتا،صبح اٹھے اورنماز ادا فرمائی اور ناشتے کے بعد روانہ ہوگئے۔

بقول حالی ؂

ان کے جاتے ہی یہ کیا ہوگئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

آپ کا وقت رخصتی دم نزع سے کم نہ ہوتا۔

گئے جس دن سے تم اپنے بھی آئے غیر بھی آئے
سب آئے بھی گئے بھی دل کی ویرانی نہیں جاتی

❁❁❁❁❁

دیکھ کر تجھ کو اور کو دیکھوں
اب یہ معیار کم نہیں ہوتا

زبان و بیان بھی کیا چیز ہے۔حسین الفاظ کی خوبصورت پتیاں وہ خوشبو بکھیرتی ہیں جن سے روحوں کے آنگن معطر ہو جاتے ہیں۔انسانی تاریخ گواہ ہے کہ بعض اوقات مختصر ترین حروف کی ترکیبی فصاحتیں لحظوں کے اندر روحوں اور دلوں کو مسخر کر کے اپنے قبضے میں لے لیتی ہیں اور بعض جملے اپنی ساخت میں وہ تاثیر سموئے ہوتے ہیں جن کے ادا ہوتے ہی ٹیڑھے افکار کی پیچیدہ پگڈنڈیاں ہموار راہوں میں بدل جاتی ہیں اور کچھ خطبے اور وعظ نور کے وہ لشکر تیار کر دیتے ہیں جو نور و ظلمت کے معرکوں میں غلبۂ نور کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ پیشہ ور واعظ تھے اور نہ ہی عبا پوش صوفی اور دلق و تسبیح کی صوفیانہ ظاہر داریوں سے بھی آپ آشنا تھے لیکن مطمئن دل، راسخ عزم، ستھری سوچوں، پاکیزہ سیرت، سادہ زندگی تڑپتے افکار اور زندہ جذبوں نے آپ کی گفتگو میں وہ رنگ بھر رکھے تھے جس کے حسن و نور کو قوس قزح بھی پیش کرنے سے عاجز تھی۔۔۔۔۔!!!

آپ کی زبان سے بے شمار ایسے جملے ادا ہوئے جن کی کاٹ سے نفسانی خواہشات کی تڑپتی لاشیں دیکھی گئیں اور حکیمانہ وعظوں نے روحوں کو دھوڈالا لیکن سرِ دست ایک جملہ سنتے جایئے جو اپنی وضع میں مختصر سا ہے، ساخت میں سادہ و سلیس ہے اور معنویت میں پیچیدگیوں سے پاک ہے۔ایسے لگتا ہے کہ یہ جملہ کسی معصوم بچے کی زبان سے ادا ہوا ہے۔''لاریب'' پاکیزہ نفسی کا بہترین نمونہ بچے ہی ہوتے ہیں۔اس اعتبار سے وہ جوانیاں اور بڑھاپے قابل رشک ہوتے ہیں جن کے خمیر وجود میں بچپنے کی معصومیت کا جوہر شامل رہتا ہے۔۔۔۔۔!!!

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ جوان بھی ہوئے اور بڑھاپے نے بھی انہیں اپنے محاصرے میں مقید رکھا لیکن آپ کی باتیں اور راتیں، اقوال اور افعال سب پاکیزگی کے امین رہے۔تو

سنیے وہ جملہ جو اکثر آپ ان موقعوں پر ادا فرماتے، جب آپ کے سامنے سلسلہ سوالات دراز کیا جاتا۔ ہائے وہ برجستگی جب الفاظ آپ کے لبوں سے ٹپک پڑتے

''مجھے کچھ معلوم نہیں، میں نہیں جانتا، میں عالم نہیں۔۔۔۔۔''

خیال گزرتا ہے کہ عالم کا کمال کچھ نہ جاننا ہوتا ہے اور عمل کا کمال کچھ نہ رکھنا ہوتا ہے جو شخص اپنے دل اور دامن دونوں کو خالی بنا دیتا ہے فطرت آ گہی اور شعور کے انمول موتی اس کی آغوش میں ڈال دیتی ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں: رسولِ اکرم ﷺ کی معراج نبوت ''ماانا بقاری'' (1) سے شروع ہوئی اور معراج عمل **انماانابشر مثلکم** (2) کا مظہر ہوئی۔۔۔۔۔

حضرت علیہ الرحمۃ اپنے معاصرین کا ذکر فرماتے کہ وہ سب علم و تقویٰ میں مجھ سے کہیں آگے ہیں، البتہ مجھے اللہ کے فضل سے انکار نہیں۔ یہ فضل الٰہی کی چھم چھم برستی بارش ہی تھی جس نے لالہ جی علیہ الرحمۃ کے ظاہر اور باطن دونوں کو آب رحمت سے یوں نہلا رکھا تھا کہ آپ حسن سیرت اور حسن عقیدہ کی نہایت دل آویز تصویر لگتے تھے۔

دیکھ کر تجھ کو اور کو دیکھوں
اب یہ معیار کم نہیں ہوتا

اپنی سادگی کے باوجود جب کسی محفل یا اجتماع میں شریک ہوتے نگاہیں آپ پر جا کر ٹک جاتیں۔۔۔۔۔!!!

ہزار مجمع خوبانِ ماہ رو ہو گا
نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تو ہو گا

❁❁❁❁❁

1۔ الجامع الصحیح: محمد بن اسماعیل بخاری باب کیف کان بدءالوحی

2۔ القرآن: سورۂ کہف

ہوئے تھے چاک کیا کیا جیب و داماں یاد آتے ہیں
ہمیں پھر آج ایامِ بہاراں یاد آتے ہیں

گرمیوں کی دوپہر تھی اور سورج کی شعلہ ریز اور لُو خیز کرنوں سے سرسبز درختوں کے پتے جھلسے ہوئے تھے۔ فضائے وادی سلگ رہی تھی۔ دیہات کے معصوم بچے کہیں کہیں کھیلتے دکھائی دے رہے تھے لیکن ان کے چہرے شیشے کی طرح درک رہے تھے۔ گاؤں کا ایک حساس بچہ شہر خموشاں ''قبرستان'' میں الواح قبور پر نجانے کیا لکھا تلاش کررہا تھا کہ اچانک لالہ جی علیہ الرحمۃ کا قبرستان میں ورود کرم ہوا اور تیز سی آواز میں آپ فرمانے لگے:

''او چھوٹے شاہ جی!''

''دیوانے یہاں کیا تلاش کررہے ہو؟''

''چلو گھر چلتے ہیں''۔

یہ فرمایا اور چھوٹے لڑکے کے ساتھ آہستہ آہستہ کوٹنالی قصبہ میں سادات کے گھروں کی جانب بڑھنے لگے۔ دفعتہً شہنائیاں بجنے کی آواز گونجی۔ بربط شیطانی آوازیں اُگلنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاؤں کا گاؤں ان آوازوں کی طرف طوفاں کی طرح بڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کوئی پیر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ رقص وسرود، ناچ ورنگ، ڈھول وسارنگی اور نغمہ ونَے کے خروش راحت سوز میں وہ پیر صاحب ڈوبے ہوئے تھے۔۔۔۔

کوٹنالی کے پربت اور وادیاں آج دیکھ رہی تھیں کہ دو پیر اس قریہ میں داخل ہو رہے تھے۔ ایک سادگی کی تصویر اور دوسرا اَسیرِ بندِ تزویر، ایک ذکر وفکر میں مست، دوسرا نشہ وسکر میں ننگ ہست، ایک لباس عجز وفقر میں ملبوس، دوسرا کبر وتکبر میں ملفوف، ایک نورریش دار، دوسرا منہ مُنڈھ تارک سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، ایک پیدل دوسرا سوار۔ دھیرے دھیرے دونوں گاؤں کی طرف بڑھتے گئے، یہاں تک کہ ایک دوراہے پر دونوں آمنے سامنے آ گئے۔

حضرت لالہ جی کلمہ تمجید کا ورد فرمانے لگے۔نجانے ''بربط وئے'' کے مستانوں کو کیا اشارہ ملا کہ حضرت کو دیکھ کر وہ پورے جوش اور ولولے سے موسیقیت کا طوفان اٹھانے لگے۔نوجوان ڈھول کی تان پر بھنگڑا ڈالتے ''پنج تن ایک نعرۂ حیدری'' ڈی۔۔۔ڈی نعروں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔سرمایہ فقر حیدری کے امین و پاسبان حضرت لالہ جی علیہ الرحمتہ نے شبنمی انداز میں فرمایا''اللہ اکبر۔۔۔۔۔!!!'' محسوس ہوا یہ دھیمی دھیمی آواز تمام آوازوں پر غالب آ گئی ہے۔بدعت زدہ جلوس نے راستہ بدل لیا اور لالہ جی مسجد کی طرف بڑھے،تھوڑا چلے اور پھر حسب عادت رک گئے اور ایک سید صاحب کو مخاطب فرمایا اور ہجوم مبتدعین پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

''یہ وہ مسکین لوگ ہیں جنہیں فقر اور ولایت کی ہوا بھی نہیں لگی۔انہیں کون سمجھائے کہ بدعت گمراہی ہے اور ہر بدعت کا ٹھکانہ آگ ہے۔یہ بیچارے کبھی اپنے اللہ کے سامنے جھکے ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا سرور قرب و معرفت کیا ہے؟ بولے''شاہ جی! ولایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال اطاعت کا نام ہے،جو شخص اپنے آپ کو درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دُور کر لیتا ہے اسے سزا یہ ملتی ہے کہ زندگی بھر میراثی اسے گھیرے رکھتے ہیں اور گور وکفن بھی انہی کے ہاتھوں ہوتی ہے۔اگر اس گاؤں کے سادات نے احیائے دین اور خدمت حق کا کام جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا اور یہاں کے بہت سے لوگ نور و رحمت کی تلاش کو اپنی منزل بنا لیں گے''۔

مسجد سے آپ گھر پہنچے۔کھانا تناول فرمایا۔دس پندرہ آدمی حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔سب کو شریعت مطہرہ کی پاسداری کی تلقین فرمائی۔بے ریش لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے چہروں پر داڑھی سجائیں۔یہ جمیع انبیائے کرام کی سنت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ ایک ریش منڈھے آدمی کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرۂ انور دوسری طرف پھیر دیا تھا۔اس سے بڑا اعتاب اور کیا ہوگا کہ کسی شخص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض اور

ناراحت ہوجائیں العیاذباللہ العزیز۔۔۔۔۔حلقۂ ذکر قائم ہوا جولوگ سلسلہ میں نہیں تھے اُٹھ کھڑے ہوئے،صرف ایک سیدلڑکے کو وہاں بیٹھنے کی اجازت ملی۔باقی سب لوگ ذکر کر رہے تھے اور وہ لڑکا حضرت لالہ جی کا چہرہ دیکھ رہا تھا، دیکھتے دیکھتے ان کا رُخ زیبا اس کی روح میں کھب گیا۔ تاب برداشت نہ ہوئی تو وہ حضرت کے قدموں میں گر گیا،اب آنکھوں سے آنسو جاری تھے لیکن حضرت کی ذات سے وہ ایک خوشبو پا رہا تھا،ایسی خوشبو جو نہ تو برگ حنا کی تھی اور نہ ہی گلاب و یاسمین کی،وہ تھی پاکیزگی اور طہارت کی خوشبو۔۔۔۔۔پیار اور محبت کی خوشبو۔۔۔۔۔ بے غرضی اور انسان دوستی کی خوشبو۔۔۔۔۔سادگی اور معصومیت کی خوشبو۔۔۔۔۔ لِلّٰہیت اور فقر غیور کی خوشبو۔۔۔۔۔!!!

وہ عجب آزاد مرد تھا جس کے بدن کی خوشبو تو شاید اس کی قبر کی سوندھی مٹی سے آتی ہوگی لیکن اس کی روح کی خوشبو اس وقت تک آتی رہے گی جب تک نسیم سحر دھیمے دھیمے اور دھیرے دھیرے بہار صبح کو لوریاں دیتی رہے گی۔۔۔۔۔آؤ! یاد کریں اس وفا کے حسن کو اور آؤ! سونگھیں اس وفا پرستی کی خوشبو کو جس کے فراق پر کہا جا سکتا ہے:

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ را کردند و رفتند

اب تو باتیں ہی باتیں رہ گئیں سوائے خیالوں کی دنیا کے اور بچا بھی کیا ہے۔

ہوئے تھے چاک کیا کیا جیب و داماں یاد آتے ہیں
ہمیں پھر آج ایام بہاراں یاد آتے ہیں
دل اپنا الجھا الجھا ہے طبیعت بکھری بکھری ہے
نہ جانے کس کے گیسوئے پریشاں یاد آتے ہیں

❀❀❀❀❀

اندریں جوشِ جنوں پاسِ گریباں داشتم
در جنوں از خود نہ رفتن کارِ ہر دیوانہ نیست

معرفت کیا ہے؟

کسی کے لیے جل جانا، نابود ہو جانا، مٹ جانا یا پھر کسی کے لیے رہنا یا کسی کا بن جانا۔ ان متضاد سوچوں میں صحیح فکر اپنانے کا درست فیصلہ کرنا ازبس دشوار ہے۔ قلب کی شاخ ناپائیدار پر بوجھل جذبوں کا وزن ڈال دیا جائے تو اسے بچا کر رکھنا ممکن نہیں ہوتا، پھر شوریدگی اچھی لگتی ہے، قلندری میں مزا آتا ہے، گریباں چاک کرنے میں راحت حاصل ہوتی ہے، ہاؤ ہو کے نعرے کیف بانٹتے ہیں، بادہ و صہبا کے دور چلتے ہیں، نغمہ و نے سے نشۂ محبت کو دو آتشہ کیا جاتا ہے، طبلہ و سارنگی اسلحہ فقر قرار دیے جاتے ہیں، صوم و صلوٰۃ بے روح مشقیں نظر آتی ہیں۔ اکثر شوریدہ بخت لوگوں کو یہی پر اسرار راہیں منزل دکھائی دیتی ہیں اور وہ زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو خذف ریزوں پر نثار کر دیتے ہیں۔ وہ قلب شکستہ کو راحت دینے کی بجائے زندگی کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔۔۔۔۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ کا مسلک تصوف زندگی میں توڑ پھوڑ نہیں تھی وہ نا آگہی کو ظلم تصور کرتے تھے، انہیں ہاؤ ہو سے نفرت تھی، وہ محبوب کی گلیوں کا طواف دم کھینچ کر کرنا چاہتے تھے۔ انہیں جب محبوب کا وصل حاصل ہوتا تو آواز پا تو دور کی بات ہے، دل کی دھڑکنوں کی رفتار بھی تھام لیتے تھے۔ ان کی انجمنیں خلوت ہوتیں اور خلوتیں افکار محبوب کے ہجوم میں انجمنیں بن جاتیں، وہ محبوب کے خیالوں میں دھیان ہی کا محشر بپا کیے رکھتے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ تصوف کی منزلوں میں خطرناک ترین وادی "حیرت و سکر" ہے۔ اس سے جو فائز المرام ہو جائے وہ کیمیا بن جاتا ہے۔ توبہ میری اللہ! جب مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوئی تو میں چھری اور خنجر اٹھائے پھرتا تھا۔ حضرت خواجہ نور محمد عرف نانگا صاحب کو پتہ چلا تو آپ نے سینے سے دبا لیا۔ جذبے ٹھنڈے ہو گئے اور خیالات کا مطاف ایک بار پھر ذات باری ہو گئی۔

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ کا مسلک معرفت یہ بن گیا کہ کسی کا ہو کر رہنا منتہائے فقر ہے۔
چونکہ ذات باری کی ادائیں بصرف حقیقت محال ہیں بلکہ وہ ذات اِن استعاروں اور مثالوں سے بھی پاک ہے، اس لیے سرِّ فقر یہ ہے کہ سالک محبوب ربّ العلمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بن کر رہے اور ہمہ دم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع میں مشغول ہو۔۔۔۔!!!

ایک موقع پر راولپنڈی صدر بازار میں ایک برہنہ جسم شخص کو سڑک پر گھومتے دیکھا، آنکھیں اس کی لال تھیں اور جسم تھر تھرا رہا تھا، نگاہوں میں بلا کی مقناطیسیت تھی، دست بدعا ہوتا تو جیسے فضائیں مرتعش ہو جاتیں۔ حضرت لالہ جی فرمانے لگے: ”ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں، اس سے زیادہ معصوم ولی اور قطب ماں کی گود میں کھیلتے بچے ہوتے ہیں۔ اللہ عز سبحانہ کا پسندیدہ کام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعلیٰ مدارج ان کی دیوانگی کی بنا پر نہیں تھے بلکہ جنونی اطاعت وحمیّت کی وجہ سے تھے“۔

آپ نے اپنی اوائل عمر کی بات سنائی کہ مجھے جب شیخ کی تلاش تھی، میں وادیٔ کشمیر کے قصبوں اور شہروں میں گھوما، سری نگر سے لے کر گورداسپور تک کوئی پیر اور شیخ نہیں چھوڑا جسے ملا نہ ہوں۔ بہتیرے ایسے تھے کہ مریضوں کے جسم پر ہاتھ سے مس کرتے تو بیماریاں کافور ہو جاتیں اور بہت سے ایسے بھی تھے کہ مہینوں کے حساب سے کھانا نہیں کھاتے تھے لیکن خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ کی بیعت میں نے صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قابل رشک اطاعت کی بنا پر کی۔۔۔۔

حضرت لالہ جی کی زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کا مسلک تصوف
آپ کا اٹل عقیدہ واعتقاد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور ستر سالہ عمل بقول اقبال:
فنائے بے مقصد نہیں تھی بلکہ بقائے محبت واطاعت تھی۔

اندریں جوش جنوں پاس گریباں داشتم
درجنوں از خود نہ رفتن کار ہر دیوانہ نیست

❁❁❁❁❁

توڑ دیتا ہے بتِ ہستی کو ابراہیم عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیٔ تسنیم عشق

اوگی ایک شہر ہے لیکن شہروں کی طرح پیچیدہ نہیں۔ یہاں قدرتی حسن ہے لیکن مصنوعی رومان قطعاً نہیں۔ گاڑیاں چلتی ہیں لیکن دماغ سوز ٹریفک نہیں۔ یہاں تیز روشنیوں کا فقدان ہے لیکن گہرے اندھیروں کا تسلط نہیں۔ یہاں نہ تو گلیاں چہکتی ہیں اور نہ بازار مسکراتے ہیں، پہاڑ ہیں لیکن سرتا قدم سنجیدگی کا نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے میلے کچیلے کپڑے پہنتے ہیں لیکن دکھلاوے کی غلاظت سے پاک ہیں۔ بجلی سے لے کر پانی تک اور شفاخانوں سے لے کر فون وفیکس تک اوگی والوں کو ہر طرح کی سہولت میسر ہے، البتہ یہاں کی راہوں اور چوراہوں سے اگر کوئی چیز نہیں گزری تو وہ تاریخ ہے۔ شاید اس لیے کہ تاریخ کو چلنے کے لیے کہکشاں کی ضرورت ہوتی ہے، اسے دیکھنے کے لیے شاہزادوں اور امیرزادوں کے محل درکار ہوتے ہیں۔ اسے لکھنے کے لیے ٹکراتی تلواریں اور انسانی سروں کی کٹتی ہوئی فصلیں درکار ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ اسے غریبوں سے کیا غرض۔ فقیروں کے چیتھڑوں سے کیا تعلق۔۔۔۔۔ اس کا سنجیدگی اور متانت سے کیا رابطہ۔۔۔۔۔ وہ اس بستی کو اپنی نوازشوں سے رنگتی ہے جہاں شوخ شوخ شیطان رہتے ہوں۔ ہاں تو اوگی سے کوئی شاعر بھی نہیں گزرا اور نہ ہی کوئی ادیب اس لیے کہ اوگی کی گلیوں میں کوئی لیلیٰ نہیں رہتی، یہاں کوئی سوہنی پیدا نہیں ہوئی اور یہاں کی رہنے والی عورتوں کے بدن میں ہیریں نہیں تھرکتیں۔۔۔۔۔ نہ یہ آنسوؤں کا شہر ہے۔۔۔۔۔ نہ یہ مسکراہٹوں کا شہر ہے۔۔۔۔۔ نہ یہ شیطانوں کا شہر ہے۔۔۔۔۔ نہ یہ فرشتوں کی وادی ہے۔۔۔۔۔ نہ یہ نغموں کا رومان نگر ہے اور نہ یہ سینماؤں اور تھیٹروں کی ہنگامہ گاہ ہے۔۔۔۔۔ یہاں پہاڑ ہیں۔۔۔۔۔ یہاں وادیاں ہیں۔۔۔۔۔ یہاں پھل اور پھول ہیں۔۔۔۔۔ یہاں فطری حسن کے سائے میں انسان بستے ہیں۔۔۔۔۔ یہاں ان چھوٹے اور بڑے انسانوں میں

ایک ایسا انسان بھی بستا تھا جس کی بغل میں تاریخ، ماضی، حال، مستقبل اور فلسفۂ تعمیر سب کچھ دبایا ہوا تھا۔۔۔۔۔اسے ایک انسان لکھ کر نجانے نوکِ قلم سے مسکراہٹیں کیوں بکھر رہی ہیں اور حروف قہقہے کیوں لگا رہے ہیں شاید اس لیے کہ اس زندہ اور عظیم انسان نے اپنے لاہوتی کارناموں کو بھی انسانیت ہی کا نام دینا پسند کیا تھا۔۔۔۔۔اس نے اپنے لیے ولی، قطب، قلندر، مخدوم، اور خواجہ کچھ بھی کہلوانا پسند نہ کیا۔۔۔۔۔زندگی کو مٹھی میں دبا کر رکھا۔۔۔۔۔جب چاہا اس کے جلوے اور کرشمے چشموں کی طرح ابلے اور جب چاہا اسے لے کر سر یر آرا ہو گئے۔۔۔۔۔یہی وجہ ہے کہ جو بہت دور تھے دُور ہونے کی بنا پر سمجھ نہ سکے اور جو قریب تھے وہ قرب کے حجاب کو سر کا نہ سکے۔انہیں چند سینکڑے کہہ لیں یا چند ہزار لوگوں نے دیکھنے کی کوشش کی لیکن لالہ جی علیہ الرحمۃ اوگی کی قبر میں بند رہے۔۔۔۔۔عاجزی، سادگی، بے نفسی کی مٹی انہوں نے اپنے وجود پر ڈالے رکھی۔۔۔۔۔کشف عظمت کا سراغ لگانے والی چند آنکھیں جب آئینۂ حقیقت لے کر ان کے سامنے آ گئیں تو وہ بہت بڑے دکھائی دیے۔۔۔۔۔ولی بھی۔۔۔۔۔قطب بھی اور زمرہ ابدال میں شامل بھی۔۔۔۔۔اللہ رے۔۔۔۔۔بڑے لوگوں کی بھی کیا باتیں، بڑے ہو کر بھی بڑے بنتے نہیں۔۔۔۔۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔محفل میں اس وقت کچھ سنگی بھی کشکول قلب ونظر پھیلائے بیٹھے تھے۔سید ابونعمان کو نجانے کیا ہوا کہ وضع داری کی تمام دیواریں گرا دیں اور بے تحاشا تیزی سے اپنے آپ کو اٹھا کر حضرت کے مڑے ہوئے زانوؤں پر ڈال دیا اور منہ آغوش میں گاڑے بے اختیار چیخ کر رونے لگا۔۔۔۔۔لالہ جی بھی روتے جا رہے تھے۔۔۔۔۔آپ کے آنسو چشمے کے کنارے بہتے ہوئے رخساروں پر سے گزرتے ہوئے داڑھی مبارک کو تر کر رہے تھے۔۔۔۔۔آپ کے شفیق ہاتھ اٹھے اور ابونعمان کے سر پر پھیرنے لگ گئے۔حضرت دیر تک خاموش رہے اور

سید ابونعمان نے اپنی سسکیوں پر قابو پایا۔۔۔۔۔بعد ازاں ناشتے کا بندوبست ہوا۔نور خدا کی برسات میں سفرۂ فقر پر رزق حلال کی لذت وراحت اللہ الحمد حضرت نے ہندکو زبان میں ایک جملہ ادا فرمایا:

''سنگیو رونڑ نال تقدیر نئیں بدل دی دسدا ایہہ اے کہ ہونڑ اسدی چھٹی ہے بس ماڑے آسدے دعا ضرور کریؤ''۔

''دوستو! رونے سے تقدیر نہیں بدلتی، دکھائی یہ دیتا ہے کہ ہمیں اب زیادہ دیر تک دنیا میں نہیں رہنا پس میرے لیے دعا ضرور کرنا''۔

معاً آپ فرمانے لگے:

''مجھے اپنی قبر اور آخرت کا ذرہ بھر فکر نہیں میرے پیرومرشد حضرت خواجہ نور محمد نے فرما دیا تھا کہ تمہارا ٹکٹ پاس ہے۔۔۔۔۔''

سید ابونعمان نے کہا: قبلہ ہمارا کیا بنے گا؟۔۔۔۔۔

''نفحات الانس'' میں حضرت جامی نے ابونصر سراج کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے وفات سے پہلے فرمایا کہ جو میت میرے مزار کے سامنے سے گزاری جائے گی اس کی بخشش ہو جائے گی۔۔۔۔۔حضرت لالہ جی نے بات کاٹ دی اور فرمایا:

''شاہ صاحب! مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔۔۔اپنے مرشد سے ربط مسلسل سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ میرے سلسلہ میں نیک بخت ہی داخل ہو گا یہاں دنیا کی کوئی ضمانت نہیں لیکن آخرت کی ضمانت ضرور ہے''۔

لالہ جی صاحب!

اس کا مطلب ہے ہم تسلی رکھیں ابونعمان نے کہا:

''کیوں نہیں اللہ کے فضل سے ہم سب رحمت کے سائے میں ہوں گے''۔

لالہ جی نے فرمایا اور پھر بات کاٹ دی اور فرمانے لگے:

’’چھوڑو ان باتوں کو آؤ ذکر کرتے ہیں، پھر رُکے اور حسب معمول درود شریف پڑھوایا، اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے لیا اور اور ناقۂ عشق و مستی پر سوار ہوئے اور وادئ حیرت میں گم ہو گئے‘‘۔

توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیِ تسنیم عشق

❁❁❁❁❁

زمانہ قدر کر ان کج کلاہانِ محبت کی
کہ پیدا اس نمونے کے جواں ہر دم نہیں ہوں گے

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ ارشاد فرمانے لگے کہ لوگ بروز محشر حساب سے ڈرتے ہیں اور میری خواہش ہے کہ میرا حساب لیا جائے۔ خادمین نے پوچھا: حضور! محاسبہ کی جستجو سمجھ سے بالا ہے۔ آپ فرمانے لگے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بوقت حساب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ''یاعبادی'' کہہ کر مخاطب فرمائے گا۔ ''اے میرے بندو'' کہنے میں جو لذت ہے وہ اہل محبت جانتے ہیں۔ حضرت فرمانے لگے کہ میرے لیے اتنی ہی جزا کافی ہے کہ اللہ عزسبحانہ مجھے ''میرا'' کہہ کر یاد فرمائے۔۔۔۔۔!!!

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ اپنے ہر ساتھی کو کچھ اس طرح اپنا بنالیتے کہ یہ احساس اس کے دل میں ہمیشہ گدگدی کرتا رہتا کہ بس لالہ جی صاحب میرے ہی ہیں۔ بعض اوقات نہایت غبی لوگوں کو بھی گھنٹوں گفتگو کے موتیوں سے نوازتے رہتے اور بعض اوقات ''اہل خیر'' اپنی سفلی حرکتوں کی بنا پر محروم رہ جاتے۔۔۔۔۔!!!

ایک مرتبہ آپ ابوفیصل کے ساتھ حضرت خواجہ یحییٰ اٹکی علیہ الرحمۃ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ دریائے سندھ کے کنارے بڑی دیر مراقبہ فرمایا اور ابوفیصل سے پوچھا:

''کیا تمہیں کشف ہے؟''

اس نے جواب دیا قبلہ کبھی تو بڑی گہری سمجھ حاصل ہو جاتی ہے اور بعض اوقات خود اپنی خبر بھی نہیں رہتی۔

آپ فرمانے لگے:

''ماہڑا تے تڑا اک ہی لیکھا اے''۔

''میرا اور تیرا بس ایک ہی حساب ہے''۔

ہائے میرا اور تیرا کی لذت، پھر دعا فرمائی اور الفاظ نے روح پر وجد طاری کر دیا۔

''ربا ایہہ تے میں اک ہی آں''۔

''میرے ربّ یہ اور میں ایک ہی ہیں''۔

دعا کے بعد حضرت یحییٰ اٹکی علیہ الرحمۃ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ بزرگ ذات کے لوہار تھے لیکن قرب کا اعجاز ذات نہیں دیکھا کرتا بلکہ ظرف دیکھا کرتا ہے۔ حضرت نے اس علاقہ میں دین کا بڑا کام کیا۔ درجنوں لوگ ان کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے، بس اصل شے اس ذات حقیقی سے لو لگانا ہے۔ کامیابی کی چابی بھی اسی کا تعلق ہے جو اس سے بے گانہ ہے وہ مٹی بھی نہیں اور جو اس کا ہے فرشتے بھی اس کا طواف کرتے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ کے خصائص بتاتے ہوئے گویا ہوئے:

''یہ لوگ بے کار رہنے کو حرام سمجھتے ہیں۔ رزق حلال کما کر یاد الٰہی میں کھو جانا ان کی زندگی کی اصل ریاضت ہے۔ ان کا وظیفۂ حیات ''ہتھ کار وَل دل یار وَل'' (ہاتھ کام کی طرف دل دوست کی طرف) ہے''۔

قرآن مجید بھی اس کی تائید کرتا ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ

''وہ عظیم مردانِ کار جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی''۔

سید ابو فیصل نے عرض کی لالہ جی حضور! سورج غروب ہو رہا ہے، تشریف لائیں راولپنڈی ساتھی انتظار کر رہے ہوں گے۔ فرمایا: ''تم ٹھیک کہتے ہو کسی کو انتظار کی زحمت میں مبتلا کرنا ٹھیک نہیں''۔ ساتھ ہی اس خواہش کا اظہار بھی فرمایا کہ تم اگر کبھی فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ عبدالشکور کی مرقد رحمت پر حاضری دیں گے۔ گاڑی پر سوار ہوئے اور راولپنڈی جی ٹی ایس کے اڈہ پر اُترے۔

لالہ جی صاحب کے سر پر باندھا ہوا رومال ماتھے کی طرف سرکا ہوا تھا۔ہاتھ میں عصا تھا عینک اتاری اور دامن سے صاف کی اور ابوفیصل سے کہنے لگے:

''محبت بڑی چیز ہے محبت کے ساتھ عبادت کروڑوں سال کی روحانی مسافت دقیقوں میں طے کروا دیتی ہے اور محبت کے سوا عبادت حرکات بے معنی ہیں۔۔۔۔۔''

پھر لالہ جی محبت کا نور بکھیرتے۔محبت پر گفتگو کرتے۔۔۔۔۔محبتوں کے سائے میں محبت ہی کی جستجو لیے ٹینچ بھاٹہ روانہ ہو گئے۔

زمانہ قدر کر ان کج کلاہانِ محبت کی
کہ پیدا اس نمونے کے جواں ہر دم نہیں ہوں گے

❁❁❁❁❁

میں دل کا جامِ شکستہ لاؤں کہ روح کی کرچیاں دکھاؤں
میں کس زباں سے تمہیں سناؤں جو مجھ پر احساں ہیں شیشہ گر کے

یہ ایک ویران سے دیہات کی بات ہے جو تمدنی اور عمرانی روشنیوں سے دور بہت دور بے چارگیوں کے کھنڈرات میں جی رہا تھا۔ سڑک سے دور، ریلوے سے دور، شفاخانوں سے دور، مدرسوں سے دور یہاں تک کہ مسجد سے دور اور مندر سے بھی دور۔ وہاں کے رہنے والوں کو اُجالوں کی بھوک ستاتی تو مٹی کے دیے روشن کرتے، سکون کی پیاس تڑپاتی تو کسی شجرِ سایہ دار کے نیچے جا بیٹھتے، ہاں یہ ضرور تھا کہ وہاں کے رہنے والے انسانوں کے دلوں میں چاہت کے چراغ روشن تھے، لگن کے ساز بجتے تھے، محبت کی چنابیں بہتی رہتیں اور خیالوں کی ہوائیں فضاؤں میں رینگتی رہتیں۔ میری مراد وادی تناؤل کا ایک پسماندہ گاؤں ''کڑم'' ہے۔۔۔۔۔ سید سلیم شاہ صاحب نامی کوئی بزرگ کسی زمانے میں وہاں جا بیٹھے تھے جن کے دم قدم سے وہ لوگ اسلام کے بام نور تک پہنچنے کے قابل ہوئے تھے، وگرنہ اب تو جہالت کی فضا سوز ہواؤں کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں ملتا تھا۔ حضرت لالہ جی کا ایک مرتبہ وہاں سے گزر ہو گیا۔ ایک بے دین سے پہاڑیے نے نہایت کرخت لہجے میں آپ سے گفتگو کی۔ لالہ جی کے رفیقِ سفر کی رگیں غصے سے تن گئیں، حضرت سمجھ گئے۔ آپ مسکرائے الفاظ آپ کی زبان سے یوں ادا ہونے لگے جیسے سنگرہال کی پتیاں کسی خوبصورت صحن میں سرسرا رہی ہوں۔ آپ فرمانے لگے: ''کچھ تبلیغی جماعت کے لوگ سر بازار مجھ سے ملے، ابھی وہ اور میں محو گفتگو ہی تھے کہ ایک بدسیرت، داڑھی منڈا اور بدنام زمانہ سا نوجوان بھی مجھ سے آ کر ملا میں نے اسے دل سے لگا لیا۔ ایک تبلیغی ساتھی نے مجھے اس طرح دیکھا کہ پیشانی پہ شکنیں تھیں اور آنکھیں تکبر تقویٰ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ کہنے لگا کہ اس بدمعاش سے آپ کا اس طرح کھل کر پیش آنا، محبت فرمانا اور چاہنا ناقابل فہم ہے۔۔۔۔۔ آپ فرمانے لگے: ''میں نے اس سے کہا: مجھے تو اس سے محبت ہے، اس لیے کہ اگر ہم اسے نہیں چاہیں گے تو یہ نیک اور صالح کیسے بنے گا۔ نفرت گناہ سے ہونی چاہیے

گناہ گار سے نہیں۔دشمنی مرض سے ہونی چاہیے مریض سے نہیں، فرمانے لگے کہ میری ان باتوں کا اللہ کے فضل سے اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ تائب ہوا اور نمونے کا متقی اور صالح مسلمان بن گیا۔۔۔۔"

یہ واقعہ سنانے کے بعد اشارۃً فرمانے لگے: "اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا یہاں کے رہنے والوں میں سے بھی کچھ دل ذکر اللہ کے لیے نرم ہوں گے"۔ صحیح یاد نہیں شاید میرزمان نامی ایک شخص آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا اور غضب کی جنونی ادائیں کمائیں، تقویٰ اور پرہیزگاری میں مثال بنا اور کشف و اکتشاف کی لطیف باتوں تک رسائی حاصل کی۔ لالہ جی علیہ الرحمۃ بعد کے زمانہ میں ایک مرتبہ "کڑم" سے دور ایک پگڈنڈی پر کھڑے ہوئے اور اس گاؤں کی طرف دیکھا اور پھر صبا کی طرح مسکرائے، باتیں شروع فرمائیں۔ انار کلی کی شاخیں ہلکے ہلکے جھومنے لگیں۔ برجستہ آپ کی زبان سے نکلا: "جب وہ کریم فضل فرماتا ہے تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت دل رکھنے والے جاہل بدوؤں کے دل موم سے بھی زیادہ نرم کر دیتا ہے اور جب وہ پسند نہیں کرتا تو ابوجہل قریشی ہو کر بھی سخت دل ہو جاتا ہے"۔

آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں پلکیں جھکیں تو آنسوؤں کے ستارے ٹپکے، ہوا کی ایک تیز لہر نے آنسوؤں کو دوش پر اٹھا کر فضا میں بکھیر دیا۔

"کون پونچھے گا ڈھلکتا ہوا آنسو تیرا"

پہاڑی سے اترے اور ایک نیم شکستہ مٹی سے بنے ہوئے گھر پہنچے تو میرزمان بابا ایک مرغ اٹھائے آپ کی خدمت میں حاضر تھا اس کی جھکی جھکی نگاہیں زبان حال سے کہہ رہی تھیں:

میں دل کا جام شکستہ لاؤں کہ روح کی کرچیاں دکھاؤں
میں کس زباں سے تمہیں سناؤں جو مجھ پر احساں ہیں شیشہ گر کے

لالہ جی نے اسے مخاطب فرمایا اور کہا: "میں "ککڑ پیر" نہیں، یہ کسی غریب کو دے دو، آؤ مل کر کچھ آگے بھیجتے ہیں، باقیات صالحات ہی آخرت کا بہترین سرمایہ ہے"۔

❁❁❁❁❁

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے

دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

اسداللہ غالب نے ایک موقع پر کہا تھا:

بدیں نیاز کہ باتست ناز می زندم
گدا بہ سایہ دیوار پادشاہ خفتست

اسی مفہوم کا ایک شعر نظیری نے بھی کہا:

شب اُمید بہ از روز عید می گزرد
کہ آشنا بہ تمنائے آشنا خفتست

ایک زمستانی اور برفانی رات کے دو بجے کچھ لوگ اوگی پہنچے۔ برف کی طرح ٹھنڈے پانی سے وضو کیا۔ باب محبت پر حاضری ہوئی۔ پسند نہ ہوا کہ لالہ جی کے آرام میں مخل ہوا جائے۔ حجرہ کا دروازہ بند تھا بس سایۂ دیوار ہی میں محبت کی انگیٹھی جلالی اور ایک دو ساعتیں بسر کیں، خلاف معمول (1) لالہ جی تہجد کے لیے مسجد جانے کے لیے گھر سے باہر تشریف فرما ہوئے۔ ملاقات ہوئی تو مزاج اقدس بوجھل ہو گیا اور فرمایا کہ یہ بادشاہ کا گھر نہیں فقیر کی کٹیا ہے۔ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ تم لوگ کسی مجسٹریٹ کے دروازے پر بھی نہیں کھڑے ہو، دستک کیوں نہیں دی۔ مہمانوں کو حجرہ میں بٹھایا اور خود گرم پانی لینے کو جانے لگے، معلوم ہوا کہ مہمان پہلے ہی ٹھنڈے پانی سے وضو کر چکے ہیں "یا اللہ" اب تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہی نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر گزری اور جلال جمال میں تبدیل ہوا اور فرمایا: ناراض نہ ہونا میرا غصہ ربّ کریم کی رضا کی خاطر ہے۔ سید ابوفیصل نے کہا:

چشمہ نوش است از زہر عتابت کام جاں
تلخی ما در مذاق ما گوارا کردہٖ

حضرت لالہ جی مسکرانے لگ گئے۔ آگ روشن فرمائی اور سب حلقہ بنا کر ارد گرد بیٹھ گئے۔ ذکرو

فکر کی محفل بھی ہوئی اور نماز صبح سے پہلے آپ نے ارشاد فرمایا: ''فکر نور ہے، غفلت اندھیرا ہے، جہالت گمراہی ہے اور نیک بخت وہ شخص ہے جو دوسروں کو دیکھ کر اُن سے نصیحت حاصل کرے''۔ دعا فرمائی اور صبح کی نماز سب نے مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد اشراق تک مسجد ہی میں قیام رہا۔ اشراق کی نماز ادا کی اور سب لوگ گھر واپس لوٹ آئے، ناشتہ کیا اور لالہ جی نے دینی گفتگو شروع فرمائی۔ اثنائے گفتگو حضرت مولانا عبدالرحیم بٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا اور ان کی اتباع شریعت کی عادت کو حد درجہ زیادہ تحسین کی نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا: ''اس جیسا تقویٰ ہر آدمی کے بس کا روگ نہیں لیکن فضل خدا کی بات کچھ اور ہی ہے۔ فضل خدا سالک کی منزل بھی ہے، راستہ بھی ہے، علم بھی ہے اور اسلحہ بھی ہے، راحت قلب بھی ہے اور سکون روح بھی ہے۔ تقویٰ سالک کو کروڑ سال میں وہاں نہیں پہنچاتا جہاں فضل خدا لمحوں میں پہنچا دیتا ہے، اس لیے سوال اس سے اس کے فضل ہی کا کرنا چاہیے''۔ حضرت خواجہ نور محمد عرف نانگا صاحب کا ذکر کیا وہ فضل ہی کو سب کچھ تصور فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا فرمان ہے:

''تقویٰ زمینی کنوئیں سے پانی کھینچنا ہے اور فضل آسمانی بارش ہے''۔

صحیح یاد نہیں اس محفل میں حضرت ابراہیم بن ادھم کا قول بھی کسی نے سنایا جسے سن کر حضرت لالہ جی بڑے راحت مند ہوئے۔ قول یہ ہے: ''چپ ہونا وہ بہتر ہے جس میں عبرت اور فکر شامل ہو، بولنا وہ اچھا ہے جس میں اللہ کی حمد وثنا ہو اور علم بھرپور وہ ہے جس میں اطاعت اور خدمت ہو''۔ حضرت لالہ جی تھوڑی دیر خاموش ہوئے اور پھر فقط یہی فرمایا: ''خدمت بڑی چیز ہے''۔ خادمین اٹھے اور رخصت ہوئے اور لالہ جی دیر تک انہیں پیچھے سے دیکھتے رہے اور فضا میں ان کی مناجات اور دعائیں تحلیل ہوتی رہیں۔

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم ببیں خون جگر

❁❁❁❁❁

1۔ عام طور پر آپ کا معمول یہی تھا کہ تہجد کی نماز گھر میں ادا فرماتے۔

دُور بیٹھا غبارِ میر اُس سے
عشق بِن یہ ادب نہیں آتا

مسجد المینار ٹینچ بھاٹہ کی بات ہے۔ بالائی منزل پر ایک چھوٹا سا کمرہ انتظامیہ نے خطیب کے لیے بنا رکھا ہے۔ لالہ جی قدس سرہ العزیز وہاں تشریف فرما تھے۔ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بجلی چلی گئی۔ موم بتی روشن کی گئی، فتیلۂ شمع شاید گیلا تھا ادھ جلی بتی سے لرزتی ہوئی دھیمی دھیمی روشنی کمرہ میں رکھی ہوئی کتابوں سے ٹکرا ٹکرا کر رقص کرنے لگی۔۔۔۔ کبھی تو روشنی بھبھک اٹھتی اور کبھی بل کھاتی تاریکیاں اسے گھیر لیتیں اور وہ فقط جھلملاہٹ ہی سی دکھائی دیتی۔

لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''موم بتی پریشان ہے اسے بجھا دو اور وقت سے فائدہ اٹھاؤ اور یکسوئی اور مکمل دھیان سے ذکر کرو''۔

محفل میں اس وقت شاید مسجد کا خطیب، ممتاز قریشی، طاہر قریشی اور حافظ منظور موجود تھے۔ لالہ جی نے خطیب سے پوچھا:

''دیکھو میرا حال کیسا ہے اور کہاں ہے''

خطیب نے جواب دیا: ''لاہوت''

آپ نے پوچھا: ''نشانی کیا ہے؟''

ایک جھنڈا دکھائی دیتا ہے، خطیب نے کہا۔

حضرت قدس سرہ العزیز فرمانے لگے:

''تم ٹھیک کہتے ہو بعض لوگوں کو یہ مقام چھتری کی صورت میں نظر آتا ہے اور بعض کو جھنڈا دکھائی دیتا ہے''۔

اچانک بجلی روشن ہو گئی اور مسجد کے حجرہ میں بیٹھنے والے احباب جگمگاتے بلب سے

پھوٹنے والی تیز روشنی سے چندھیا سے گئے۔ طبائع سنبھلیں تو ایسے لگا جیسے گہری تاریکیوں سے جاگتے شعور نے لطیف اُجالوں کا سراغ لگا لیا ہو۔ کیف وسرور کی برستی روشنیوں سے آراستہ مسجد کی مسحورکن فضا میں بیٹھنے والے درویشوں میں سے ایک نے لالہ جی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا۔

حضور حال کیا ہوتا ہے؟

کیا یہ ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔۔؟

لالہ جی نے یہی سوالات خطیب مسجد سے دریافت کیے تو اس نے درخواست کی کہ حضور! آپ کا جواب سائل کے لیے تشفی کا موجب ہوگا اس پر لالہ جی نے تفصیل سے ارشاد فرمایا:

''صاحب نسبت شخص جب یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر گزرنے والی واردات تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتیں: اگر تو وہ بالکل سطحی، وقتی اور عارضی ہوں تو یکسوئی کی اس کیفیت کو وقت کہہ دیتے ہیں اور اگر ان میں استقلال آ جائے تو پھر یہ حال بن جاتی ہیں اور حال باقاعدہ ایک نور کی شکل میں ہوتا ہے جو سالک کے سر سے لے کر اس کے مقام تک طولانی کرن کی صورت میں نظر آتا ہے اور یہ بھی ذہن میں رکھا جائے حال بے عملی اور بے التفاتی سے زائل بھی ہو جاتا ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ گرائے تو نہیں گرتا اور حال ملکۂ راسخہ بن جائے تو پھر اسے مقام کہتے ہیں۔۔۔۔۔''

حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا کہ یہ ان کے سلسلۂ محبت وطریقت کی برکات ہیں کہ بیعت ہونے والے مخلص شخص کو حال کی دولت سے اللہ تعالیٰ پہلے دن ہی مالا مال فرما دیتا ہے۔

سائل نے عرض کیا۔۔۔۔۔

''حضور! واردات سے کیا مراد ہے۔۔۔۔۔؟''

آپ نے فرمایا:

''دل میں گزرنے والی کیفیات، انس، مستی، ہیبت، خوشی، راحت اور قبض و بسط وغیرہ''۔

فرمایا۔۔۔۔۔

''حال اور مقام کسی کامل اور صاحب نسبت کی توجہ کے بغیر حاصل ہونے والی چیز نہیں۔ یہاں کثرت عبادت کام نہیں کرتی بلکہ توجہ کام کرتی ہے اور پیرومرشد کی ادنیٰ سی ناراضگی سے سالک حال و مقام اور واردات و کیفیات کی دولت سے محروم ہوجاتا ہے۔۔۔۔۔''

آپ نے مثال دی کہ اگر پیر کہے کہ دروازہ بند کرو اور مرید کہے کہ نہیں حضور ہوا آ رہی ہے تو پیر کے دل پر اگر اس سے بوجھ آجائے تو سالک کیف و مستی سے محروم ہوجائے گا۔

دور بیٹھا غبار میر اس سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا(1)

اور حافظ نے کہا تھا۔۔۔۔۔۔

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی حضر مکن
ظلمات است بترس از خطر گمرہی(2)

لالہ جی قدس سرہ العزیز نے دعا فرمائی ایسے لگا جیسے فرشتے رحمتوں کے لطیف جھونکے لے کر محفل میں آبیٹھے ہوں۔ محفل کے اختتام پر آپ مسکرائے اور خطیب کو مخاطب فرمایا:

صاحب!

بتاؤ آرام کہاں کرنا ہے، عصا لیا اور ہولے ہولے مینار مسجد کے درمیانی زینوں سے

نیچے اترنے لگے۔اس رات کا آخری لاہوتی تحفہ حسن میں نہائے ہوئے آپ کے یہ الفاظ تھے:''توبہ اللہ معاف فرمادے''۔

درد قائم ہے یاد باقی ہے
اک تری دید چھن گئی جاناں(3)

❁❁❁❁❁

1۔ میر تقی میر
2۔ حافظ
3۔ احمد فراز

در حجرۂ فقر بادشاہے

در عالمِ دل جہاں پناہے

پاکستان کے وزیر اعظم محمد نواز شریف بنے تو ان کی اتفاق جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور میں خطیب حضرت لالہ جی علیہ الرحمتہ کا ایک کفش بردار خادم تھا۔محمد نواز شریف نے اپنے اقتدار میں آنے سے پہلے نفاذ شریعت کو اپنا منشور قرار دیا تھا اور دینی جماعتوں نے اپنے اپنے تحفظات کے ساتھ اس کا ساتھ بھی تنفیذ دین کی شرط کے ساتھ ہی دیا تھا۔۔۔۔۔حضرت لالہ جی کو پتہ چلا کہ وزیر اعظم ہر جمعتہ المبارک تقریباً اتفاق مسجد ہی میں ادا کرتا ہے۔۔۔۔۔آپ نے اپنے غلام خطیب کو بلا بھیجا، ملاقات حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کے دولت کدہ پر ہوئی، وقت تقریباً چاشت کا تھا۔لالہ جی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے،ایسے لگ رہا تھا جیسے آپ کے سر پر وقار کی ایک چادر تنی ہو،دھیمے دھیمے اور نرم نرم انداز میں آپ نے گفتگو شروع فرمائی۔۔۔۔۔الفاظ میں وجد آفرینی اپنی انتہا پر تھی۔۔۔۔ایک ایک بول قلبی اطمینان کا عکاس تھا۔کھڑکی اور روزن سے روشنیوں کا مستانہ وار قافلہ حجرہ کے اندر ہلہ بول رہا تھا۔آپ نہایت دلکش انداز میں خطیب سے پوچھ رہے تھے:

مولانا صاحب!

''وزیر اعظم تمہاری اقتداء میں نماز پڑھتا ہے سناؤ تمہاری اپنی نمازوں پر کیا گزرتی ہے۔۔۔۔۔''

خطیب نے عرض کی:

قبلہ!

عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ'' انسان کون ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا! ''علماء'' پھر آپ سے پوچھا گیا:'' بادشاہ کون ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا:''جو دنیا سے

بے رغبت ہوں''۔سوال کیا گیا کمینہ کون ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا:'' جو اپنا دین بیچ کھائے۔۔۔۔۔''(1)

آپ نے جو ذکر اور یاد کی مستی سینے میں پیدا کی ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی بادشاہ یا وزیر اعظم کا خیال نماز میں پریشان نہیں کر سکتا۔ بے دل نے کیا خوب کہا تھا(2):

دنیا اگر دہند نہ خیزم زجائے خویش
بستہ کنم حنائے قناعت بہ پائے خویش

لالہ جی قدس سرہ العزیز فرمانے لگے۔۔۔۔۔

''اہل دین سے ملاقات ایمان کو قوی کرتی ہے۔علماء کی مجلس فکری اور اعتقادی اصلاح کا سبب ہوتی ہے۔صالحین کی صحبت ایمان و ایقان پر استقامت کا موجب ہوتی ہے اور اہل دنیا سے ملاقات ضعف عمل اور انتشار طبعی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ان سے محبت ایمان کی بربادی اور ان کی صحبت افلاس سیرت کا باعث ہوتی ہے۔وزیر اعظم تم سے ملاقات کرے تو اسے دین کی راہ پر ڈال کر اس کی خیر خواہی کرو اور وہ اگر تم سے نہ ملے تو تم خود اس سے ملاقات کی خواہش نہ رکھو ورگرنہ تمہارا ایمان برباد ہو جائے گا۔۔۔۔۔''

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بہت سے بادشاہ فقراء کا قرب چاہنے پر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور بہت سے فقراء بادشاہوں کا قرب چاہنے کی بنا پر دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے(3)۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ نے اپنا واقعہ خود سنایا کہ ایک بار مانسہرہ کے ایس ایس پی نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ وہ شدت سے ملاقات کا متمنّی ہے۔میں نے پیغام بھیجا کہ اگر کوئی شرعی اور قانونی نالش ہو تو میں حاضر ہو جاؤں گا ورنہ مجھے معذور رکھا جائے۔ایس ایس پی نے فون پر کہا

کہ آپ کے ساتھ میری ملاقات میری اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے۔لالہ جی نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ مل کر میں بھی تو خراب ہوسکتا ہوں، اس لیے میرا وہاں آنا محال ہے۔

خطیب شہر کا مذہب ہے بیعت سلطاں
ترے لہو کو کریں گے سلام ہم جیسے

خطیب اوگی سے رخصت ہوا۔۔۔۔۔!!!

مضمحل۔۔۔۔۔!!!

منفعل۔۔۔۔۔!!!

محراب میں جیسے کسی نے آئینے آویزاں کردیے ہوں

شرمندگیاں برسنے لگیں اور ملامتیں اُگنے لگیں۔۔۔۔۔فقر غیور نے روح پژمردہ کو آواز دی

گرومت۔۔۔۔۔!!!

اٹھ کھڑے ہو۔۔۔۔۔!!!

دشت وفا میں سرگرم سفر رہو

ایمان کی نمو۔۔۔۔۔!!!

عرفان کی آبرو۔۔۔۔۔!!!

فقرا کی دہلیز ہے!!!

اس کی طرف بڑھتے رہو اور عقیدت سے اسے چومتے رہو اللہ ہی اللہ!!!

❁❁❁❁❁

1۔ من نفحات الخلود: علامہ فرفور دمشقی

2۔ بے دل

3۔ گلستان سعدی

مشکل ہے ذوق قید تعلق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے علاقہ بدن کے ساتھ

حضرت ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حسن عقیدہ اور حسن بصارت کی بدولت معرفت کی وادیاں سالوں میں نہیں لحظوں میں طے کی جاتی ہیں''۔

حضرت سید بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہمارا طریقہ، طریقۂ صحابہ ہے، جہاں اور سلاسل کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے ہماری ابتداء ہوتی ہے''۔ حضرت ابوسعید حراز رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''کامل وہ نہیں ہوتا جس سے کرامات صادر ہوں، بلکہ کامل وہ ہوتا ہے جو لوگوں میں رہے، بیٹھے، اٹھے، خرید و فروخت کرے، میل جول رکھے لیکن لحظہ بھر بھی اللہ عزسبحانہ سے غافل نہ رہے''۔

یہ وہ حالت ہے جو سلوک نقشبندیہ اختیار کرنے والوں کو اللہ عزسبحانہ عطا فرماتا ہے۔

اکابرین تصوف کی طرح سلسلہ عالیہ مجددیہ میں بھی مشائخ کی روحانیت سے اکتساب فیض کیا جاتا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی سے حصول تبرک جان تصوف ہے۔ شیخ سلامہ حزامی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ ''اولیائے کرام کے اسماء جس محفل میں یاد کیے جائیں اللہ عزسبحانہ کی تجلیات محبت نازل ہوتی ہیں''۔ اہل اللہ ہمیشہ اپنی روحانی سند کا تذکار رحمت معمول بنائے رکھتے ہیں، خصوصاً مشائخ طالبین سے بیعت لیتے ہوئے شجرۂ طریقت تلاوت کر کے باقاعدہ قبول کرواتے ہیں۔ یقیناً اس عمل سے دلوں سے غفلت کے پردے سرکتے ہیں، روحانیتیں مستحکم ہوتی ہیں، افکار نہایت سرعت سے لاہوت کی طرف محو پرواز ہوتے ہیں، لاتعین کی منزل لحظوں میں روشن معلوم ہوتی ہے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کثرت کے ساتھ شجرۂ طریقت پڑھا کرتے تھے، بلکہ

آپ فرمایا کرتے:

''دل اگر غفلتوں کی تاریکی میں ڈوب جائیں اور ناسوت حال کے پرکاٹ دے تو علاج فقط فضل الٰہی سے ہے اور وسیلہ اپنے بزرگوں کے شجرہ سے مدد حاصل کرنا ہے''۔

ایک موقع پر آپ نے اپنے ایک ساتھی سے شجرہ شریف سنا۔ حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ نام ہمارے سلسلہ میں نہیں، ساتھی نے اصرار کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فقط اتنا کہا: ''میں وہی تلقین کروں گا جو میرے پیرومرشد نے مجھے تلقین کیا ہے''۔

آپ نے کبھی کسی شخص کو شجرہ شریف اور نسبت کے قبول کیے بغیر ذکر کی اجازت نہیں فرمائی۔ شجرہ پڑھتے ہوئے اسماء کے ساتھ کبھی تو حضرت خواجہ ارشاد فرماتے اور کبھی بابا جی کہہ کر کوئی اسم گرامی زبان سے ادا فرماتے۔ شجرہ کے آخر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام بھی لیتے اور فرماتے حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہی تھا۔

آپ کا شجرۂ طریقت یہ ہے:

1۔ خواجۂ خواجگان ارض و سما فخر موجودات، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال شریف ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ
2۔ حضرت امیر المومنین خواجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال مبارک ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ مدینہ منورہ
3۔ حضرت خواجہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وصال مبارک ۱۷ جمادی الاخریٰ ۳۵ھ مدائن
4۔ حضرت ابوالقاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۷ھ مدینہ منورہ
5۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲۴ رجب المرجب ۱۴۸ھ جنت البقیع
6۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ بسطام
7۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۱۰ محرم الحرام ۴۲۵ھ خرقان
8۔ حضرت خواجہ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ فارمد
9۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲۷ رجب المرجب ۵۳۵ھ مرو

10۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غنجدوانی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ غنجدوان

11۔ حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ وصال یکم شوال ۶۱۶ھ ریوگر

12۔ حضرت خواجہ محمود فغنوی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ وابکنی

13۔ حضرت خواجہ بوعلی رامتنی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲۸ ذوالقعدہ ۷۱۵ھ خوارزم

14۔ حضرت خواجہ محمد باباسماسی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ سماس

15۔ حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلال سوخاری رحمۃ اللہ علیہ وصال ۶ جمادی الاولیٰ ۷۷۲ھ سوخار

16۔ حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲ رجب المرجب ۷۹۱ھ قصر عارفاں

17۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۵ صفر المظفر ۸۵۱ھ یلغنون چرخ

18۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار شاش رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲۰ ربیع الاول ۸۹۵ھ سمرقند

19۔ حضرت خواجہ شیخ محمد زاہد بخاری رحمۃ اللہ علیہ وصال یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ دخش

20۔ حضرت مولانا محمد درویش امکنگی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ موضع اسفرہ سمرقند

21۔ حضرت خواجہ آدم عرف امکنگی بن محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲۱ شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ امکنگ شریف

22۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ دہلی

23۔ حضرت خواجہ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ سرہند شریف

24۔ حضرت خواجہ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ وصال ۳ شوال ۱۰۵۳ھ جنت البقیع

25۔ حضرت خواجہ سعدی لاہوری بخاری رحمۃ اللہ علیہ وصال ۳ ربیع الآخر ۱۱۰۸ھ مزنگ محلہ سعدی پارک

26۔ حضرت خواجہ یحییٰ اٹکی رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲ ۱۱۳۲ھ اٹک

27۔ حضرت خواجہ عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ وصال۔۔۔۔اٹک پل کے قریب براستہ حضرو نزد ہارونہ

28۔ حضرت خواجہ حافظ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ وصال۔۔۔۔قصابہ شریف

29۔ حضرت خواجہ بابا محمد بن حافظ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ وصال۔۔۔۔قصابہ شریف

30۔ حضرت فقیر محمد ہشتنغری پشاوری رحمۃ اللہ علیہ وصال ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ سید پور شریف

31۔ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ وصال جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ گھوڑی آزاد کشمیر

32۔ حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ۷ دسمبر ۱۹۵۱ء پینٹھ نزد سید پور مظفر آباد آزاد کشمیر

33۔ حضرت خواجہ محمد جمشید رحمۃ اللہ علیہ وصال ۹، اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ اوگی شریف صوبہ سرحد

34۔ المحرر الاحقر سید ریاض حسین شاہ (ابھی تک گناہوں بھری زندگی کی مشقت جھیل رہا ہے)

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز سے ایک ساتھی نے ایک مرتبہ عرض کی: حضور آپ کے ایک سید خلیفہ مجاز بیعت لیتے ہوئے پورا شجرہ شریف نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا: وہ سلسلہ کیسے قبول کرواتے ہیں؟ عرض کی صرف یہ پوچھتے ہیں "کیا آپ نے لالہ جی والا سلسلہ قبول کیا۔۔۔۔۔؟" حضرت نے فرمایا: "کوئی بات نہیں تاثیر ایسی ہی ہوتی ہے، بات صرف گفت اور اجازت کی ہے اور وہ میری طرف سے ہے۔۔۔۔۔"

ایک دوسرے موقع پر وہ سید عاصی لالہ جی حضور کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تمہارا شجرہ طریقت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بزرگوں کے اسماء اور ان کی حقیقتوں کے تصور سے جو فیض نازل ہوتا ہے اس کا کچھ اندازہ ہے" وہ گویا ہوا:

قبلہ! شجرہ طریقت کے پڑھنے سے جمعیت خاطر میسر آتی ہے۔ مشائخ کی حقیقتوں کے تصور سے روحانیت اور قرب کی منزلیں لحظوں میں طے ہوتی ہیں، بس آپ کی ذات پر اعتماد اس قدر ہے کہ کبھی پورا پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تاثیر ویسے ہی ہو جاتی ہے لیکن آئندہ انشاءاللہ احتیاط کروں گا۔

بقول ذوق ہمارا تو یہ عقیدہ ہے:

مشکل ہے ذوق قید تعلق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے علاقہ بدن کے ساتھ

لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"تمہیں تمہارا عقیدہ ضرور فائدہ دے گا لیکن شجرہ شریف پڑھ لیا کریں"۔

❁❁❁❁❁

گُلشن میں کہیں بوئے دم ساز نہیں آتی
اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی

تاریخ صحیح یادنہیں اور دن کا معاملہ بھی ایسے ہی ہے، وقت تو ذہن سے بالکل نسیاً منسیا ہو گیا ہے البتہ جگہ یاد ہے۔ راولپنڈی کی گنج منڈی، ہر طرف ٹرکوں کی گاں گوں اور جدھر دیکھو کوچوانوں کے بے ترتیب یکے اس پر مستزاد آنے جانے والوں کے زوردار دھکے لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''طبیعت کچھ بوجھل ہوئی ہے، آؤ مسجد میں بیٹھتے ہیں''۔

مسجد اوپر والی چھت پر تھی۔ صعودی زینے طے کرتے ہوئے باب مسجد پر کچھ لوگ دیکھے آنکھوں میں آنسو، ہونٹوں پر پپڑیاں اور لبوں پر آہیں مسکنت کی یہ تصویریں دیکھ کر لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا:

''شکر ہے مولا تیرا ہمیں کن کن نعمتوں سے تو نے مالا مال کر رکھا ہے''۔

مسجد میں داخل ہوئے تو اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی نوٹ بک اپنے ہاتھ میں لے لی اور کہا:

''آؤ میں تمہیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات سمجھاتا ہوں کہ اس راہ محبت میں سالک کو شوق کی کون کون سی وادیاں عبور کرنی پڑتی ہیں''۔

غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ آپ نے قلم اور کاغذ کی مدد سے یہ راز دروں اپنے ساتھیوں تک پہنچائے۔

لالہ جی قدس سرہ العزیز نے بڑی محبت اور محنت سے مقامات اور کیفیات کا دل ربا نقشہ پیش فرمایا جسے تصوف کی معتبر کتب کی مدد سے قارئین کی نذر کیا جاتا ہے۔ ولایت صغریٰ تک لطائف خمسہ اور مقامات اور حسن ترتیب اور تاثیرات کی تفصیل یہ ہے:

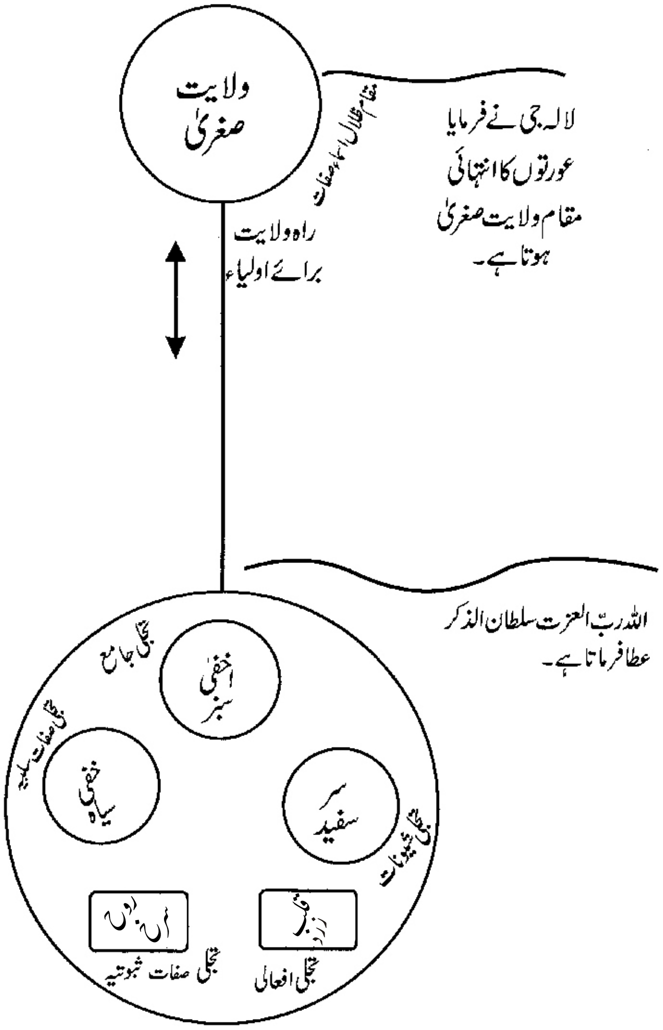
ولایت
صغریٰ
راہ ولایت
برائے اولیاء
لالہ جی نے فرمایا
عورتوں کا انتہائی
مقام ولایت صغریٰ
ہوتا ہے۔
اللہ ربّ العزت سلطان الذکر
عطا فرماتا ہے۔
تجلی جامع
اخفیٰ
سبز
خفی
سیاہ
سر
سفید
تجلی صفات ثبوتیہ
تجلی افعالی

ولایت صغریٰ کے بعد نفس فنائیت کے بعد سیف قاطع بن جاتا ہے اس سے آگے ولایت ہی کے مقامات ہیں لیکن متصوفین راہ ولایت انبیاء سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت لالہ جی نے قوس کی تشریح نہیں فرمائی لیکن اختصار سے کمالات اور مقامات کا تذکرہ فرمایا۔

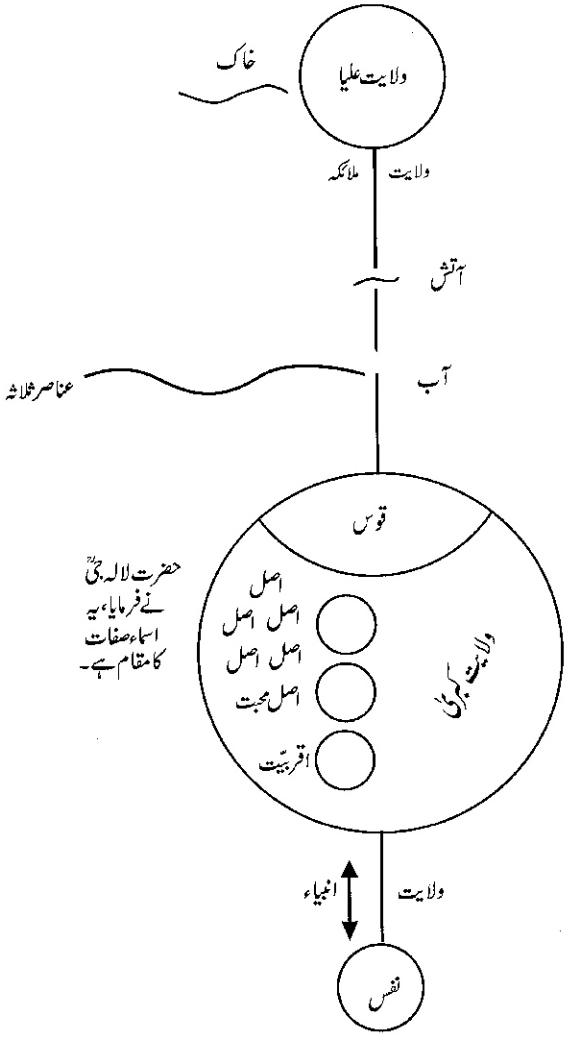

حضرت لالہ جی نے فرمایا: ولایتِ ملائکہ کے بعد اللہ ربّ العزت کمالات عطا فرماتا ہے جو دراصل عکس ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا، یہاں یہ باریک نکتہ ذہن میں رہے کہ کوئی ولی، قطب، نبی اور رسول کی مثلیت کا تصور بھی نہیں کرسکتا اگر کوئی کرتا ہے تو وہ جاہل ہے۔

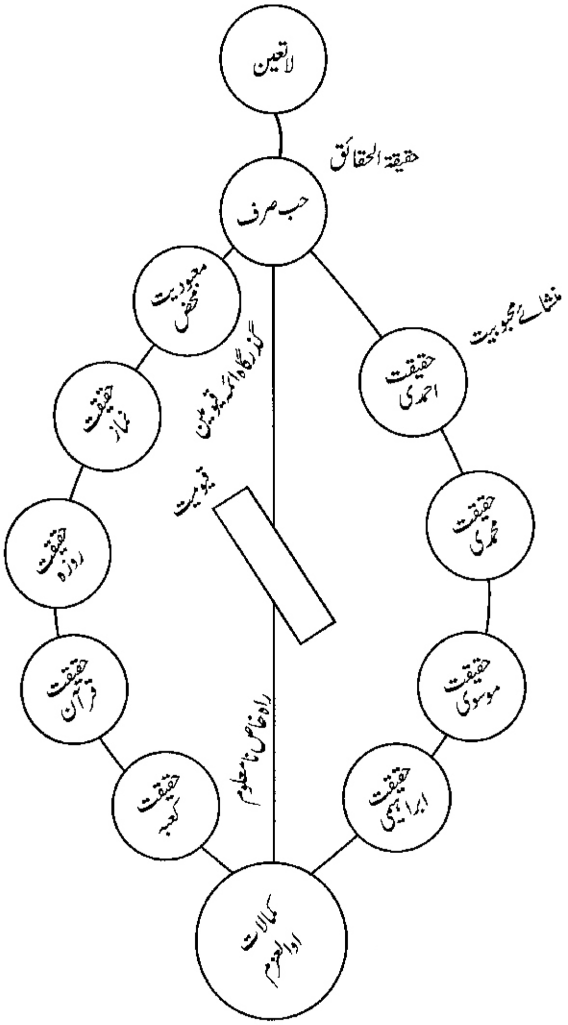

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے توضیح کے مختلف پیرائے اختیار کیے اور تربیت کے لیے دیگر سلاسل کا ذکر بھی فرمایا اور فنافی الشیخ، فنافی الرسول ﷺ اور فنافی اللہ بقا باللہ کی تشریح فرمائی اور دوران تشریح ناسوت، ماہوت، باہوت، جبروت اور لاہوت کا ذکر بھی فرمایا اور تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرمایا:

''مجھے حیرت کی ٹھوکریں لگیں لیکن مرشد کامل کی محبت اور توجہ نے سیار لاہوت بنادیا''۔

فارغ ہوئے تو مسجد کی محرابی کھڑکی سے باہر دیکھا۔ حضرت نے اپنے ایک ساتھی سے کہا: تم باہر دوسری مسجد کے مینار کی طرف کیوں جھانک رہے ہو اس نے عرض کی: یہاں اس کے استاد رہتے ہیں جن سے اس نے منطق اور فلسفہ کی بعض کتب پڑھی ہیں۔ پوچھا ان کا نام کیا تھا؟ سید ابونعمان نے کہا: ''علامہ سید محمود شاہ جلوی مظفر آبادی''۔ لالہ جی نے فرمایا: اس مسجد کا نام کیا ہے؟ عرض کی گئی: ''کپتان والی مسجد رتہ امرال''۔ حضرت تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوگئے اور پھر ایک واقعہ سنایا کہ اس مسجد کا متولی کپتان سلسلہ مجددیہ میں بیعت ہے اور اس کا تعلق حضرت مولانا غلام ربانی صاحب کے ساتھ ہے۔ آپ حضرت خواجہ شمس الدین کے خلیفہ مجاز ہیں، ایک موقع پر اس کے باطنی علم کی لائن کٹ گئی، حال گر گیا۔ یہ پریشاں فکر بٹگرام کی طرف دوڑا۔ راستہ میں اوگی اس کو رات پڑ گئی۔ ہماری محفل ذکر میں شریک ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھویا ہوا خزانہ دوبارہ مل گیا۔ اب اس کا ارادہ ہوا کہ وہ اوگی ہی سے راولپنڈی واپس ہو جائے لیکن میں نے اصرار کیا کہ تم بٹگرام ضرور جاؤ۔۔۔۔۔!!!

لالہ جی سے ایک دوسرے ساتھی نے استفسار کیا: حضور آپ نے اسے بٹگرام جانے کے لیے اصرار کیوں فرمایا۔۔۔۔؟ حضرت نے کہا اس کی دو حکمتیں تھیں: ایک تو یہ کہ مولانا غلام ربانی صاحب ناراض نہ ہوں کہ ان کے مریدین کے عقیدہ کے تضعف کا سبب میں بنا ہوں۔ آپ

سمجھتے ہیں کہ وفا کی رسوم توڑنا سخت ترین جرم ہے۔۔۔۔۔اور دوسری حکمت یہ تھی کہ مرید کی آغوش میں اگر آسمان کے سارے ستارے بھی کوئی نوچ کر ڈال دے تو بھی اسے اپنے پیر سے بے نیاز نہیں ہونا چاہیے،اس کی ترقی مدارج ہمہ دم اپنے مرشد کی توجہ کی محتاج رہتی ہے۔۔۔۔۔

یہ ادائیں اور یہ وفائیں بس یہی کہا جا سکتا ہے:

آنانکہ کہ وصف حسن تو تفسیر می کنند
خواب ندیدہ را ہمہ تعبیر می کنند

مسجد سے نیچے اترے تو لالہ جی قدس سرہ العزیز تھوڑا تیز قدموں سے بازار کی طرف بڑھے۔سید ابو فیصل نے حضور والا کی خدمت میں از راہ خوش طبعی عرض کی:

آہستہ خرام بلکہ مخرام
زیر قدمت ہزار جان است

لالہ جی پیچھے مڑ کر دیکھنے لگ گئے۔نرگسی آنکھوں نے فیض برسایا، سانس کھینچا اور ہولے سے فرمایا: ''شکر تیرا اللہ'' اس بول سے روح میں بجلیاں کوند گئیں۔آپ مسکرانے لگ گئے، ایسا لگا جیسے چاندنی کھیت کر رہی ہو، خواہشات کو پسینہ آ گیا۔

آپ فرمانے لگے:

''راستہ گندگی سے اٹا ہوا ہے، دیکھ کر چلو، جہاں میں قدم رکھتا ہوں وہاں قدم رکھ کے چلو ورنہ پھسل جاؤ گے۔''

ہاں یہی سلیقہ ہے بازار دنیا میں چلنے کا، جہاں وہ قدم رکھیں وہاں قدم رکھو ورنہ پھسل جاؤ گے۔

گلشن میں کہیں بوئے دم ساز نہیں آتی
اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی

❁❁❁❁❁

گر عشق نبودے و غمِ عشق نبودے

چندیں سخن نغز کہ گفتے و شنیدے

انوار ولایت شمسیہ کا مصنف ماسٹر مولوی حبیب الرحمٰن حضرت لالہ جی کے بارے میں لکھتا ہے(1):

''حضرت جمشید لالہ جی صاحب اوگی بازار میں دکانداری کا کام کرتے ہیں۔ آپ علاقہ کوہستان کے باشندہ ہیں اور کئی سال سے یہاں آباد ہیں۔آپ بھی حضرت نانگا بابا کے مرید وخلیفہ مجاز ہیں،مگر بیعت بہت کم فرماتے ہیں۔ اکثر آپ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔شریعت مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتسلیمات کے پابند اور گزراوقات پر اکتفا کرتے ہیں۔آپ کا کلام مفید اور آپ کی مجلس میں تاثیر ہوتی ہے۔پیر بھائیوں کے ساتھ انس و پیار کرتے ہیں۔ اپنی بڑائی کی کوئی بات منہ سے نہیں نکالتے،اگر کوئی بیعت کی غرض سے آئے تو اس کو حضرت خواجہ سید پوری کے کسی دوسرے خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیتے ہیں۔مریدوں کی تعداد بڑھانے سے گریز کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو پیرو مرشد کا نام دینا پسند کرتے ہیں۔اگر کوئی مجبور کرے تو بیعت فرما لیتے ہیں،خوش مزاج ہیں،شب بیدار ہیں،ذکر وفکر میں محو رہتے ہیں،علم معرفت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھی سمجھ عطا فرمائی ہے''۔

ایک بار ایک پولیس کے سپاہی کو کچھ نصیحت فرمائی۔وہ کسی دوسری نام نہاد گدی پر آیا جایا کرتا تھا۔آپ کی نصیحت اس کے دل پر گہرا اثر کر گئی اور آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کی۔آپ نے فرمایا:''فلاں جگہ جا کر بیعت ہو جاؤ''،مگر اس نے اصرار کیا:''حضرت!میں آپ ہی سے بیعت ہوں گا،دوتین دن ٹالتے رہے مگر وہ سپاہی کسی طرف نہ جھکا۔بدستور آپ کا دامن

پکڑے رہا۔ مجبور ہو کر اسے مسجد میں لے گئے اور کہا: ''میں پیر نہیں ہوں مگر ایک وظیفہ آپ کو بتا دیتا ہوں جو مجھ کو میرے شیخ نے بتایا تھا۔ آپ میرے طریقت کے ساتھی ہوں گے، لیکن یاد رکھنا میرا یہ حال کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا''۔ جب سپاہی آپ سے بیعت ہوا تو چند دن کے اندر بدل کر شریعت مطہرہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا پابند ہو گیا۔ جب تھانیدار نے دیکھا کہ سپاہی یک دم زندگی بدل چکا ہے تو اس تھانیدار کی قسمت بھی جاگ اٹھی۔ اس نے سپاہی سے کھوج لگانا شروع کیا۔ آخر سپاہی نے حال سنا ہی دیا۔ سپاہی کی طرح تھانیدار بھی جمشید لالہ جی کے پیچھے ہو گیا اور بیعت ہونے کی استدعا کی۔ آپ نے اس کو بھی مجبوراً بیعت کیا۔ چند دنوں میں وہ تھانیدار صاحب بھی شریعت مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتسلیمات کا پابند ہو گیا اور اس کے پانچوں لطائف ذکر الٰہی میں ذاکر ہو کر زندہ ہو گئے اور ذکر و فکر میں مشغول رہنے لگے۔ اس تھانیدار صاحب کا نام گل سید تھا۔ اب وہ تھانیدار صاحب فارغ وقت میں جمشید لالہ جی صاحب کی مجلس میں رہ کر تزکیہ نفس کرنے لگے اور کیف و سرور سے معمور ہو گئے۔ جب گشت پر جاتے تو اپنے ساتھ اپنا راشن لے جاتے اور جس گاؤں میں گشت پر جاتے تو کسی کی روٹی کھانا قبول نہ فرماتے، بلکہ اپنی روٹی پکوا کر ساگ یا لسی کے ساتھ کھاتے اور ساگ لسی کی بھی حلال و حرام کی تحقیق کر کے کھاتے تھے۔ حرام سے بچتے تھے اور حلال کھانے کی کوشش کرنے لگے۔ تھانیدار صاحب کی بیوی اسے تنگ کرنے لگی کہ بیعت ہو کر کیا فائدہ حاصل کیا۔

تھانیدار صاحب کا خیال تھا کہ بیوی بھی بیعت ہو جائے تاکہ اس پر حقیقت کھل جائے۔ جمشید لالہ جی کی خدمت میں عرض کرنے لگے:

''حضرت! میری بیوی کو بھی بیعت فرما دیں''۔

جمشید لالہ صاحب نے اس کی بات کو ٹال دیا ''جاؤ خود بیعت کر لو''۔ تھانیدار صاحب کا یقین پختہ تھا۔ آخر بیوی سے کہا: ''آؤ تم کو بیعت کر دوں'' جب بیوی وضو فرما کر خاوند کے کہنے

کے مطابق بیعت ہوگئی تو اسی وقت اس کی بیوی کے پانچوں لطائف زندہ ہوکر ذکر الٰہی میں متحرک ہو گئے۔

تھانیدار صاحب نے آ کر اپنے شیخ کے سامنے یہ خوشخبری سنائی تو شیخ حیران ہوکر خدا کی بے نیازی کا اعتراف کرنے لگا، کیونکہ شیخ نے جان چھڑانے کے لیے یوں ہی کہہ دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو حقیقت میں تبدیل کر دیا۔ **سبحان اللہ**

یہاں ایک نکتہ نکلتا ہے کہ بعض مشائخ اپنے ناقص مریدوں جنہوں نے منازل سلوک پورے طے نہیں کیے ہوتے اور سیر ختم نہیں کی ہوئی ہوتی۔ ایسوں کو بھی مناسب حالات کے پیش نظر بیعت کرنے کی اجازت فرما دیتے ہیں اور ایسوں سے بھی مریدین کو فیض باقاعدہ ہو جاتا ہے، مگر ایسی صورت میں جس کو بیعت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو کامل تصور نہ کر بیٹھے۔ اگر اپنے آپ کو کامل تصور کرے گا تو ابلیس کے پنجے میں پھنس کر رسمی پیر بن جائے گا اور فیضان الٰہی سے محروم رہ جائے گا مزید ترقی نہیں ہو سکے گی۔

❁❁❁❁❁

1۔ انوارِ ولایت شمسیہ: ماسٹر حبیب الرحمٰن
(مصنف نے یہ کتاب لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں لکھی تھی)

سُلا گئی تھیں جنھیں تیری ملتفت نظریں

وہ درد جاگ اُٹھے پھر سے لے کر انگڑائی

موسم گرما شروع ہوگیا تھا لیکن ابھی لاہور کی گرمی قیامت نہیں بنی تھی۔ لالہ جی حضور سے عرض کی اگر باران کرم سیراب فرمائے تو لاہور کے بخت ڈھل جائیں گے۔ خیال تھا اس بہانے حضرت کے علاج معالجے کی طرف توجہ دی جائے۔ آپ تھوڑی ہچکچاہٹ کے بعد تیار ہو گئے۔ شیخ سرفراز اور ممتاز قریشی ایئرپورٹ تک الوداع کہنے آئے۔ پی آئی اے کی انتظار گاہ میں مسافروں کا شوروغل، ہنسی مذاق اور خوش گپیاں تنگ دلی کا باعث ہو رہی تھیں۔ خطرہ تھا کہ کہیں حضرت لالہ جی کے مزاج پر یہ چیزیں بوجھ نہ بن جائیں۔ جلدی میں آپ کو شالیمار لاؤنج تک پہنچایا گیا۔ چائے سے تواضع ہوئی اور حضرت لفٹ کے ذریعے طیارے میں تشریف لے گئے۔ ایک خدمت گار لڑکی نے ٹھنڈا تولیہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے لینے سے انکار فرما دیا اور اس لڑکی سے کہا:

''تم مسلمان ہو؟'' -----

لڑکی بولی:

''سر! اللہ کے فضل سے جدی پشتی مسلمان ہوں گنہگار ضرور ہوں لیکن اسلام سے محرومی بدقسمتی تصور کرتی ہوں''۔

لالہ جی صاحب نے فرمایا:

''بیٹی! حیا اسلام کا حصہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو بال کٹانے سے منع فرمایا ہے۔ برہنہ سر اور برہنہ بال رہنا شریعت مطہرہ میں درست نہیں''۔

لالہ جی نے اپنی بات مکمل نہیں فرمائی تھیں کہ لڑکی بولی: ''سر! میری مجبوری ہے پی آئی اے میں خدمت گاری کی رسوم ہمیں نبھانی پڑتی ہیں، میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میں جلد ہی

اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کرلوں گی۔ آپ کی مہربانی کہ آپ نے ہمدرانہ شفقت سے مجھے نصیحت فرمائی۔۔۔۔۔''

حضرت لالہ جی نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا:

''یہ لڑکی بار بار مجھے سر کیوں کہتی تھی، سر کا مطلب کیا ہوتا ہے؟''

ساتھی نے کہا:

حضرت انگریزی میں اس کا مطلب ہوتا ہے''جناب''

آپ نے فرمایا:

''میں اس سے خوش ہوں کہ وہ ٹھنڈے مزاج کی لڑکی ہے، نصیحت پر وہ گرم نہیں ہوئی، غلطی کو غلطی کہنا اور اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اعتراف کرنا بہت بڑی بہادری ہے''۔

گھر پہنچے تو میزبان کی چار سالہ بچی سیدہ عاتکہ ریاض کو دیکھا کہ اس کے سر پہ دوپٹہ نہیں تھا۔آپ نے اسے بلا کر پیار کیا اور فرمایا:

''بیٹی تمہارا والد عالم دین ہے، تم سید گھرانے سے تعلق رکھتی ہو، تمہارے خون نے نیک قدروں کو ہمیشہ پروان چڑھایا ہے، تم ننگے سر اچھی نہیں لگتی، پھر آپ نے نہایت پیار سے اسے تاکید کی کہ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم کبھی بھی ننگے سر نہیں رہو گی''۔

ایک بار ایک عالم دین کو دیکھا کہ وہ اپنی سالی کے ساتھ ایک ہی پلنگ پر بیٹھا ہے۔آپ نے فرمایا:

''اس طرح بیٹھنا درست نہیں''۔

کوہستانی عالم نے کہا:

’’یہ میری محرم ہے‘‘۔

آپ نے فرمایا:

’’مولانا! نفس کسی کا محرم نہیں ہوتا‘‘۔۔۔۔۔

ساری زندگی آپ نے بغیر پردہ اور حجاب کسی عورت کو بیعت نہیں فرمایا۔ محرم کی موجودگی کے بغیر ملاقات نہیں فرمائی۔ کسی بالغ مکلف عورت کے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا۔ ایک عورت کے بارے میں سنا کہ وہ محرم کے بغیر دوسرے آدمی کی معیت میں حج کے لیے گئی ہے تو بلا کے غضبناک ہوئے اور ایک بھری محفل میں ارشاد فرمایا کہ:

’’شریعت کی حدود توڑ کر حج کرنے کا فائدہ کیا ہے یہ زیارت نہیں شرارت ہے۔ یہ عشق نہیں مشک (پنجابی میں بدبو) ہے۔ اللہ جل مجدہ کو ہماری طرف سے کسی سجدہ اور رکوع، طواف اور سعی کی قطعاً کوئی حاجت نہیں، اس نے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانبردار کون ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو قصداً نہ ماننا ان کی روح کو اذیت دینا ہے اور جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچا دیتا ہے اس کے بارے میں خود فیصلہ کر لیا جائے کہ وہ کتنا مسلمان ہے اور کتنا مومن۔۔۔۔۔‘‘

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہسپتال داخل کیا گیا۔ ساتھی دیکھنے کے لیے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ چادر تانے افسردہ لیٹے ہوئے تھے دیکھ کر لگتا یہ تھا کہ:

چاند مدھم ہے آسمان چپ ہے
نیند کی گود میں جہاں چپ ہے

افسردگی کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

’’مجھے ایسا دارالشفاء نہیں چاہیے جہاں جوان عورتیں نامحرم بیماروں کے وجود پر

مرہم پٹی کریں۔ مجھے یہاں سے لے جاؤ، میرے لیے یہ قید خانہ ہے۔ میں اس ہسپتال سے باز آیا۔ میرے لیے اچھا طبیب میرا خدا ہی ہے“۔

آنکھوں سے ڈھلکتے آنسو پونچھے اور اپنے ایک سنگی کے کندھوں کا سہارا لے کر ہسپتال سے باہر نکل آئے۔ ہلکے ہلکے قدموں سے مسجد کی طرف بڑھے، نماز ادا فرمائی اور گاڑی میں بیٹھ کر یوں روانہ ہوئے، جیسے تارے نگاہوں سے پس اُفق ڈوب جائیں۔

وہ تارے جن میں محبت کا نور تاباں تھا
وہ تارے ڈوب گئے لے کے رنگ و رعنائی
سلا گئی تھیں جنہیں تیری ملتفت نظریں
وہ درد جاگ اٹھے پھر سے لے کے انگڑائی

❁❁❁❁❁

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

رات بھی کیا چیز ہے؟

بے رحم حالات کے تپتے وجود کے لیے نسیم راحت نواز رات ہے، پراسرار خزانوں کی امین اور سکون و اطمینان کی لوری رات ہے۔ یہ مقدر کی روشنی بھی ہے اور عبرت کا تازیانہ بھی۔ یہ بے منزل مسافروں کی آہ جگر فگار بھی ہے اور باخبر راہوں کا سوغات نور بھی۔ اس میں بنا بھی جا سکتا ہے اور ٹوٹا بھی جا سکتا ہے۔ یہ دیتی بھی ہے اور لیتی بھی ہے۔ یہ نوازتی بھی ہے اور چھینتی بھی ہے۔ یہ حقائق کا انکشاف بھی ہے اور حیرت انگیزیوں کا طلسم ہوش ربا بھی۔ اس کی خاموشیاں گیت گاتی ہیں اور اس کے نغمے سکوت بانٹتے ہیں۔ یہ ایک ہو تو ہزار مہینوں کا کیف سمیٹ لیتی ہے اور یہ ہزار ہوں تو لمحہ محشر بن جاتا ہے۔

واصف علی واصف نے کیا خوب لکھا:

> ''رات خود کسی معصوم کی روح ہے۔ کائنات پر محیط روح انسان سے ہم کلام ہونے کے لیے بے تاب روح انسان کو پکارتی ہے۔ نیند میں ڈوبے ہوئے انسان کو جاگنے والی رات پکارتی ہے۔ اس کا نام لے کر اے غافل سن میں بول رہی ہوں، دیکھ میں جلوہ آرا ہوں، محسوس کر میں تیرے قریب ہوں اور تو نیند میں مجھ سے دُور ہے بہت دُور''۔

رات کو زمین اور آسمان کے فاصلے ختم ہو جاتے ہیں یہاں وہاں کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ خاموش الفاظ بولتے ہیں۔ رات کو خوش نصیبوں کی آنکھ تر ہوتی ہے اور ان کا دل معمور ہوتا ہے۔ ان کے اذہان روشن ہوتے ہیں۔ ان پر لوح و قلم کے مخفی رموز آشکار ہوتے ہیں۔ دنیائے علم و عرفاں کے عظیم شاہکار رات ہی کی تخلیق ہیں۔

صاحبو!

آؤ!

تمھیں ایک رات کی کہانی سناؤں ایک مسافر برفانی موسم کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو کر نصف شب کا سکوت سونگھتے ہوئے اوگی شہر کی ایک داخلی ڈھوک عزیز آباد میں ایک مردِ حق آ گاہ کے آستانہ پر حاضر ہوا۔۔۔۔۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمتہ نے دروازہ کھولا اور باہر نکلے، فطرت نے میزبان اور مہمان دونوں پر برف پاشی کی۔ لالہ جی صاحب نے حسبِ معمول فرمایا: ''توبہ میرے اللہ''۔ روح کے حجابات اٹھ گئے، دل ڈھل گیا، وصل کی لذتوں نے جیسے شب فراق کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا ہو۔

بابا جی حضور نے پوچھا:

''کھانا کھا کر آئے ہو''۔

مہمان نے عرض کی حضور! کھانا کھایا ہے۔ صرف شعور کو نورِ نسبت کی ضرورت ہے۔ زمستانی غٹ رات میں آپ کی توجہ سے ایک ذرۂ ناچیز ستاروں کی جھلملاہٹ سے بھی زیادہ روشنی پا سکتا ہے۔

حضرت لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''زمین سخت ٹھنڈی ہے اور پلنگ صرف ایک ہے اور آدمی ہم چار ہیں جب کہ لحاف بھی ایک ہے اور حجرہ کی چھت ٹپک رہی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم چاروں ایک ہی پلنگ پر لیٹ یا بیٹھ جاتے ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہیں''۔

شکر ہے اللہ کا کہ یادیں لمحوں کی طرح دبتی نہیں اور زمان کی طرح گزرتی نہیں بلکہ باقی رہتی ہیں ہم سب اکٹھے لیٹ گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دو آدمی عبدالمجید اور جاوید تھے اور تیسرے آدمی کا نام یہ تھا کہ وہ بے نام تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ذکر کرو''۔

ہائے وہ سکوت نور افزا، خاموش لمحوں میں رحمتوں کی برسات، قلب و روح کی یکسوئی اور حال کی وجدانی کیفیات میں کبھی کبھی ٹھنڈی برفانی رات میں سرسوں کے تیل سے جلتے دیے کا سہما سہما اور مدھم مدھم فتیلہ تڑ تڑ کرتا تو جیسے فرشتے روحوں کو نور کے جھولوں میں لے کر جھولے دے رہے ہوں۔

حضرت لالہ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بے نام ساتھی سے پوچھتے: ''حضرت بہاؤالدین نقشبند کا حال کیسا ہے؟، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال کہاں برس رہا ہے؟'' پھر دفعتاً فرمایا: ''دیکھو وہ دیکھو جیسے نور کا دریا جاری ہو'' زمین تا آسمان سوائے روشنیوں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ صدیاں لمحوں کے آئینے میں شفاف دکھائی دے رہی تھیں اور آپ فرما رہے تھے کہ یہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ہے۔

ذکر کی پُر کیف ساعتوں میں اچانک آپ نے ایک ساتھی سے پوچھا: ''**الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** پڑھنا کیسا ہے؟'' ساتھی نے کہا: حضور میری تحقیق میں جائز ہے۔ حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر ارشاد فرمانے لگے: ''کچھ علماء نے مجھ سے کہا تھا کہ یا رسول اللہ کہنا درست نہیں تو میں نے ایک رات محبت سے جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ''**الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ**'' کے صیغوں سے درود پڑھا تو شرق تا غرب زمین کو نورِ خدا میں ڈوبا ہوا پایا، اس سے مجھے اندازہ یہی ہوا کہ ان علماء کی تحقیق درست ہے جو اس کے جواز پر فتویٰ دیتے ہیں، البتہ علماء کو فتنہ نہیں کرنا چاہیے حقیقت کا سراغ لگانا ہی اصل حیات ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اصل شے ہے۔ ایک ساتھی نے عرض کی: حضور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں ہم درود شریف کا ورد کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''درود شریف نور ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں گن کر کوئی وظیفہ یا ورد پڑھنا درست نہیں، یکسوئی اور حضوری سے درود شریف پڑھنا ترقیِ مدارج اور تقویتِ روح کا ذریعہ اور اساس ہے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر درود ابراہیمی پڑھتے لیکن اہل محبت آپ کے سامنے جو درود شریف بھی پڑھتے آپ پسند فرماتے۔ محفل میں نعت شریف اور عارفانہ کلام سننے کا معمول تھا۔

ایک بار کسی پرانے ساتھی نے آپ سے پوچھا کہ نعت سماعی اکابرین سلسلہ کے معمول کے خلاف ہے؟

آپ نے فرمایا:

''میری مناسبت سلسلہ چشتیہ سے بھی ہے، اس لیے مراحل ترقی طے کرنے میں ذوق کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور ذوق کی نمو میں نعت شریف کا سننا کارگر نسخہ ہے''۔

مرغ سحر نے اپنی اذان محبت سے سب کو اٹھا کر مصلی پر بٹھا دیا اور پھر سب لوگ دھیرے دھیرے اپنے معبود و مسجود سے ہم کلام ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ نے کمال محبت اور عشق میں ڈوب کر دعا فرمائی اور نماز صبح کے لیے مسجد جانے سے پہلے فرمایا:

''عشق بھی اللہ کا فضل ہے۔ یہ زمینی چیز نہیں، آسمانی تحفہ ہے، اس لیے یہ نہ موسموں کی سختی دیکھتا ہے اور نہ راہ کی صعوبتوں کی پرواہ کرتا ہے۔ اس کی منزل صرف آگاہی ہے اور معرفت کے لیے مرمٹنا ہے۔ اللہ اکبر''۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

❁❁❁❁❁

رگِ جان چو شاخِ آہو بیار
تنِ نرم و نازک بتیہو گزار

رزق مختلف طریقوں سے کمایا جاتا ہے بعض لوگ رزق اپنے گلے سے کماتے ہیں۔وہ گانے گاتے ہیں اور گانے سنتے ہیں۔بعض رزق حرام کھاتے اور کماتے ہیں۔بلاشبہ وہ لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں جن کا رزق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکتیں لیے ہو۔۔۔۔۔!!!

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی جوانی محنت طلب تجارتی مشاغل میں کٹی۔عمر کا سایہ ڈھلنے لگا تو معمولی سے سرمایہ کے ساتھ پہلے بٹل میں پھر اوگی میں منیاری کی ایک دکان کھول لی۔ اس پر بھی تجارت کم اور دین کی تبلیغ زیادہ ہوتی۔کبھی آپ تناول وادی کی طرف روحانی دورہ پر تشریف فرما ہوتے تو خود اپنے ہاتھ سے گل بنفشہ چنتے، پودینہ خشک کرتے، اگر کوئی ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتا تو فرماتے: ''رہنے دو! مسلمان کے بدن کی زکوۃ محنت اور سعی ہوتی ہے''۔

ابھی بڑھاپے نے گہرا تسلط نہیں جمایا تھا۔کوئی نذرانہ پیش کرتا تو فرماتے:

''مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اور تم دونوں ایک جیسے ہیں۔میں کس حق کی بنا پر تم سے مال قبول کروں''۔

فرماتے:

''وہ نذرانہ جو غیرت ختم کر دے اس سے بھوکا مرجانا بہتر ہوتا ہے''۔

اگر کوئی زبردستی کرتا تو آپ پیکر نیاز بن جاتے اور دعا ضرور فرماتے۔اپنا کام کرنے کی لگن اس قدر زیادہ تھی کہ زندگی کے آخری دن آخری وضو بھی خود فرمایا کسی سے مدد نہ لی۔

غریب لوگ بہت ہوتے ہیں لیکن اپنی غریبی کی عزت بہت کم لوگ کرتے ہیں۔فقر غیور زندگی کا نور ہوتا ہے۔فقیر جس طرح ''ذکر اللہ'' سے دل پاک رکھتا ہے، اسی طرح رزق حلال کی جستجو سے پیٹ پاک رکھتا ہے۔فقر ''وقار'' سے رہنے کا نام ہے۔درویش کا پیٹ بھوکا ہوسکتا ہے

لیکن آنکھ بھوکی نہیں ہوتی۔قناعت کے رنگ صرف فقر کے گلوں میں بھرے دیکھے جا سکتے ہیں۔فقیر خدا مست محنتی ہوتا ہے، جفاکش ہوتا ہے، سخت کیش ہوتا ہے۔وہ سستیوں کا مجاور نہیں ہوتا، بلاشبہ وہ لبادہ پیوند گیر میں ملبوس ہوتا ہے لیکن وہ اپنی دریدہ گدڑی کی توہین نہیں کرتا، حسن سیرت کی قوس قزح اس کی زندگی کے آسمان پر رنگ بکھیرتی رہتی ہے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فقر غیور کی ایک حسین تصویر تھے۔آپ نے اپنی نگاہ بصیرت سے زندگی کا پگھلنا دیکھ لیا تھا۔محنت اور سعی کی آری ہمیشہ آپ نے اپنے ہاتھ میں رکھی آپ نے مال کو ضرورت سے کبھی بڑھنے نہ دیا۔سادہ سی زندگی رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چل کر گزاری۔

ایک مرتبہ سید ابونعمان حضرت کے ساتھ ایک ویرانے سے گزر رہا تھا۔دریائے کنہار کے کنارے چند بکریاں دیکھیں جو ایک سرسبز کھیت میں فصل تباہ کر رہی تھیں۔سید ابونعمان نے ایک پتھر پھینکا تاکہ بکریاں کھیت سے باہر نکل جائیں۔حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''شاہ جی لگتا ایسے ہے جیسے تم نے بچپن میں بکریاں چرائی ہوں''۔

سید نے کہا:

ہاں لالہ جی آٹھویں تک تعلیم کے دوران بکریاں بھی چراتا رہا ہوں۔۔۔۔۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرمانے لگے:

''شاہ صاحب بکریاں چرانا انبیاء کی سنت ہے خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں''۔

آپ نے اپنا ذکر کیا کہ میں خاصہ زمانہ بکریوں کی تجارت کرتا رہا۔''شاہ جی! لباس اور پہناووں کی سنتیں تو سب ادا کرتے ہیں لیکن سنگلاخ راہوں میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق چلنے کی سعادت کسی کسی کو حاصل ہوتی ہے''۔

❋❋❋❋❋

اہلِ معنیٰ کو ہے لازم سخن آرائی بھی
بزم میں اہلِ نظر بھی ہیں تماشائی بھی

آسمانی ستاروں سے لے کر زمینی چٹانوں تک ہر چیز اپنے اپنے وظیفۂ وجود وعطا کو بروئے کار لانے میں مگن ہے۔ ''اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ'' کی تفسیر بھی یہی ہے اور تقدیر کا اصل مفہوم بھی یہی ہے۔ اس الٰہی اور الوہی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں اس کے مظاہر دیکھنے کا انداز معین ہے۔ کان اگر سنتے ہیں تو ان سے دیکھا نہیں جا سکتا اور آنکھیں اگر دیکھتی ہیں تو ان سے سنا نہیں جا سکتا۔ ہاتھ اگر پکڑتے ہیں تو ان سے چلا نہیں جا سکتا اور قدموں سے اگر چلا جاتا ہے تو ان سے پکڑا نہیں جا سکتا۔ کائنات میں یہی متوازن نظام ایک اللہ ہونے کی محکم دلیل ہے۔ روحانی یا وجدانی ارتقائی یا فکری راہوں سے اسی نقطۂ اعتقاد پر پہنچ جانا توحید پر ایمان کہلاتا ہے۔ شعور وفکر کی اسی مشق کا نام ذکر ہے اور خالق سے محبت آمیز وابستگی قائم رکھنے کے لیے جو پابندیاں اور نشاط کے لیے جو آزادیاں بخشی جاتی ہیں وہ دین کہلاتا ہے۔

یاد رہے!

دین بنائے نہیں جاتے، نازل ہوتے ہیں اور انہیں دیکھنے اور سمجھنے کے لیے ایک وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ وسیلہ بھی خود ساختہ نہیں ہوتا بلکہ نبوت کی صورت میں توقیفی ہوتا ہے۔ دین میں کوئی شخص ایک لفظ بھی بڑھا اور گھٹا نہیں سکتا، اگر کوئی یہ کریہہ جرم کرے تو مذہب کی زبان میں یہ تحریف کہلاتی ہے، جہاں تحریف ہوگی وہاں فرقے پیدا ہوں گے اور جہاں دین ہوگا وہاں الفت ہوگی، محبت ہوگی، انس ہوگا، لگاؤ ہوگا، نفرتوں کا مصدر دین نہیں ہوتا شیطانیت ہوتی ہے اور دین کے سوتوں سے تعصب پیدا نہیں ہوتے۔ پیار کی روشنیاں پھوٹتی ہیں۔ جو صحیح معنوں میں اللہ والے ہوتے ہیں، وہ فرقہ باز نہیں ہوتے جماعت پابند ہوتے ہیں۔۔۔۔۔!!!

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز اللہ والے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ فرقہ باز نہیں تھے۔

ان کا دین، ان کا مسلک اسلام تھا۔۔۔۔۔ان کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا قبلہ درست ہوجائے۔جادۂ حق پوری ہمواریوں کے ساتھ انسانیت کو لے کر منزل کی طرف بڑھے۔حضرت لالہ جی کی محفلوں میں مولویانہ تحقیر بازیاں نہیں تھیں۔مذہبی پھبتیاں نہیں تھیں۔آپ نے اپنے ماننے والوں کو کوئی اپنی یونیفارم نہیں دی ''صبغتہ اللہ اور صبغتہ الرسول'' کی رونقیں بانٹیں۔

ہری پور کے مضافات میں جوگی موہڑہ نامی ایک گاؤں میں ایک مولوی صاحب آپ سے الجھ گئے اور پوچھنے لگے:

''کیا آپ مسلمان ہیں؟''

لالہ جی صاحب: اللہ کے فضل سے مسلمان ہوں ''مِنۡ اَبٍ اِلیٰ جَد''، سبھی ہاشمی نسبت رکھنے والے مسلمان تھے لیکن کسی شخص کے مسلمان ہونے کا حقیقی علم اللہ کے پاس ہے، اگر اسے ہمارا اسلام قبول ہے تو زہے بخت کی ارجمندیاں۔

مولوی صاحب: کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کو مانتے ہیں؟

لالہ جی صاحب: مولانا صاحب ایک بات بتائیں، نبوت اور نورانیت میں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کسے مقدم مانا جائے؟

مولوی صاحب: مجھے معلوم نہیں۔

لالہ جی صاحب: تم اچھے مولوی ہو اس لیے کہ تمہاری زبان سے یہ سنا جا رہا ہے ''مجھے معلوم نہیں'' یاد رکھو! جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کو نہیں مانتا وہ مسلمان بھی کیسا ہے لیکن آپ کا جوہر ظہور لباس بشریت میں چمکا، اس لیے آپ کی والدہ ماجدہ بھی تھیں اور آپ کے والد بھی تھے۔قرآن مجید میں یہی وجہ ہے دو طرح مواد موجود ہے۔

مولوی صاحب: آپ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں؟

لالہ جی صاحب: سعادت ہے کہ مسلمان ہوں اگر شناخت کے لیے مزید کسی قید کی

ضرورت ہوتو بس اتنا کافی ہوگا کہ سنی ہوں۔

مولوی صاحب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھی جاسکتی ہے؟

لالہ جی صاحب: میں خود سنتا بھی ہوں لیکن چھوٹے بچوں اور نسوانی آوازوں میں نعت سننا ٹھیک نہیں ہے۔

مولوی صاحب: آپ کا نظریہ بدعت کے بارے میں کیا ہے؟

لالہ جی صاحب: وہی جو مجدد الف ثانی کا تھا۔

مولوی صاحب: آپ کن علماء کی باتیں زیادہ پسند کرتے ہیں؟

لالہ جی صاحب: ناموں کی تخصیص نہیں جو قرآن اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں بات کریں۔

مولوی صاحب: کیا وجہ ہے کہ آپ سے تمام طبقوں کے لوگ وابستہ ہوجاتے ہیں؟

لالہ جی صاحب: اس سوال کا تعلق میری ذات سے نہیں وابستہ ہونے والوں سے ہے، ان سے پوچھ لیں، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ میں فرقہ واریت پسند نہیں کرتا، صوفیاً کے مسلک میں ہر کہ ومہ کو محبت دینا ہوتا ہے۔

مولوی صاحب: ہر آدمی سے محبت ٹھیک نہیں ہوتی؟

لالہ جی صاحب: دعا فرمائیں ہماری محبت ٹھیک ہوجائے۔

مولوی صاحب: مجھے آپ کے کان میں ایک بات کہنی ہے؟

لالہ جی صاحب: مجلس کے اندر اس طرح بات کرنا خلاف سنت ہے، بعد میں ملاقات فرمالیں۔

مولوی صاحب: اگر کوئی آدمی آپ کو بیعت دینا چاہے لیکن مخفی رکھنے کا متمنی ہو تو کیا ایسا ممکن ہوگا؟

لالہ جی صاحب: وہ آدمی اوگی میرے پاس آ جائے، انشاء اللہ تادم مرگ اس کا راز افشانہیں کیا جائے گا۔

حضرت لالہ جی اکثر محفل میں علماء سے قرآن اور حدیث کی روشنی میں مسائل وفضائل سماعت فرماتے۔یکسوئی کی حالت ہوتی جہاں کہیں اشکال ہوجاتا آپ علماء کوروک کراستفسار فرماتے۔انداز کچھ یوں ہوتا''مجھے یہ مقام سمجھ نہیں آ سکا،مزید روشنی کی ضرورت ہے''۔بعض اوقات آپ سوالات بھی کردیتے اور باتوں باتوں ہی میں اشکال رفع ہوجاتے۔۔۔۔۔اگر سوال وجواب بحث کی صورت اختیار کر لیتے تو آپ محفل سمیٹ لیتے اور فرماتے:''ایسا علم بھی حجاب ہوتا ہے، آؤ! اللہ کا ذکر کرتے ہیں''۔اگر کوئی شخص شدت سے الجھ پڑتا تو آپ فقط یہ فرماتے:''حضرت ہماری اصلاح کے لیے دعا فرمادیں، اتنی شفقت تو فرمادیں کیا ہمارا کج راہ ہونا خیر خواہی کا اتنا حق بھی نہیں رکھتا کہ ہمارے لیے صراط مستقیم کی دعا کی جائے''۔پھر آپ بڑے دردمندانہ لہجے میں پڑھتے''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۝ آمین''۔

حضرت لالہ جی اہل بدعت کی محبت سے اعراض فرماتے اور حضرت بندار بن حسین شیرانی کا قول اکثر سنادیتے کہ''اہل بدعت کی صحبت کا لازمی نتیجہ حق سے اعراض ہے''(1)۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل اللہ محبت اور طلب کی وادیوں میں خوشبودار پھول ہوتے ہیں۔حضرت لالہ جی پیار کا ایسا ہی ایک حسین پھول تھے جس نے ہزاروں نفوس میں محبت الٰہی کی مہک بانٹی ایسی خوشبو جو قیامت تک مشام طلب کو معطر رکھے گی۔

گر بسر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

❁❁❁❁❁

1۔ طبقاتِ اولیاً

ساقی یہ عجب بادۂ گلفام دیا ہے
اک جام ہمیں اور دے کیا جام دیا ہے

اس دنیا میں ربّ کو چاہنے والے ہر رنگ میں بستے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ وہ جہاں بھی رہیں اور جس حال میں بھی ہوں، ہر رنگ میں ربّ ہی کو چاہتے ہیں۔ بستی بستی اور نگر نگر ان کی چاہتوں کی خوشبو پھیلتی رہی ہے۔ انہیں جس زاویے سے ان کا ربّ نظر آ جائے بس وہ ادھر ہی جہاں آباد کر لیتے ہیں۔ کوئی پتھر پہ بیٹھا ہے تو سنگ نشینی ہی میں زندگی بسر ہو رہی ہے، کسی کو پڑھانے میں نور کی کوئی جھلک نظر آ گئی تو بس پڑھنے پڑھانے ہی میں زندگی بیت گئی۔ حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز ایک چھت پھٹی دکان پر بیٹھتے تھے اور بس اسی دکان میں پڑی بوتلوں، ڈبوں اور جڑی بوٹیوں کے درمیان آپ نے محبتوں کا ایک جہاں آباد کر لیا تھا۔ حضرت ہر خوشی اور ہر حادثہ اپنے پھٹے پر ہی بیٹھ کر دیکھنے کے عادی تھے۔ حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے یہیں بڑے معرکے سر کیے تھے۔ عروج و زوال کی کہانیاں پڑھیں، زندگی میں بڑی بڑی آندھیاں آئیں، بڑے بڑے سیلاب بے قابو ہوئے، تاج لٹے، تخت الٹے، برساتیں برسیں، خزاں چھائی، جھکاڑ آئے، بگولے گزرے، سکھاڑ آئے، بگاڑ تڑپے لیکن آپ نے اپنا زاویہ نہ چھوڑا۔ مسجد سے دکان تک کی زندگی اتنی پُرنور تھی کہ سینکڑوں کارواں اسی مسافت میں آپ کے ساتھی بنے اور پھر انہی راہوں سے وہ کچھ اس طرح وابستہ ہوئے کہ ان کی نگاہیں بس جادۂ محبت میں بکھرے ہوئے ذرّوں کو رشک آفتاب تصور کرنے لگے۔

ایک دن اچانک ایسے ہوا کہ فقیر نے اپنی راہ بدل لی۔ وہ دن کیسے یاد نہ ہو جب حضرت کے سر پر باندھا ہوا رومال اور اس کی باریک سیاہ کناریاں، سفید کتابی چہرہ، آنکھوں میں جیسے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ ایسا سمندر جس کی رحمت بار موجیں پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لینے کے لیے بے تاب ہوں۔ انگلیاں عصا کی دستی پر ایسے لگ رہی تھیں جیسے معرفت کا کوئی نورانی حلقہ

تھامے ہوں۔ وہ دھیرے دھیرے نئی راہ پر چل رہے تھے۔ صبح کا وقت جب سورج کی عنابی کرنیں حضرت کے رخساروں میں جذب ہو رہی تھیں:

ایک سائل نے پوچھ لیا:

حضرت آج دکان پر نئے راستے پر تشریف فرما ہو رہے ہیں اور کافی دیر بھی ہو چکی ہے، خیریت تو ہے؟

آپ فرمانے لگے:

''ووٹ دینے گیا تھا''۔

لالہ جی حضور آپ ووٹ دینے تشریف لے گئے تھے؟

ہاں میں ووٹ دینے گیا تھا۔ لالہ جی نے فرمایا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ قومی اتحاد کا اُمیدوار خان فخر الزماں خان آپ کی دکان پر آیا اور شکریہ ادا کرنے لگا تو حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''خان میں تمہیں نہیں جانتا نہ ہی میں نے تمہیں خوش کرنے کے لیے ووٹ دیا ہے، میرا کوئی دنیاوی کام بھی آپ سے وابستہ نہیں، میں عاشق ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کا، اگر میں بستر مرگ پر بھی ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کے لیے ووٹ دینے کے لیے جاتا۔ میری خواہش ہے کہ پاکستان سے انگریز کا قانون کالعدم ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت جاری ہو جائے۔ دیکھنا دین سے بے وفائی نہ کرنا ورنہ تمہاری کوٹھیوں میں پڑے ہوئے زیر پا قالین تمہاری تباہی کی آگ بن جائیں گے اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہر آگ ٹھنڈی ہو سکتی ہے لیکن خدائی عذاب کی آگ سرد پڑنا مشکل ہے!!!۔۔۔۔۔''

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے خان کو مخاطب کر کے کہا:

بولتے نہیں۔۔۔۔۔؟

خان کہنے لگا:

لالہ جی اگر تمہارے جیسے سچے لوگ اس ملک میں رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی حکمرانی ضرور قائم ہو جائے گی۔۔۔۔۔

لالہ جی فرمانے لگے:

''جاؤ یہاں سے چلے جاؤ میرا نفس خراب نہ کرو دنیا میں مجھ سے اچھے لوگ بھی بستے ہیں''۔

خان رخصت ہوا تو حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے شریعت مطہرہ پر نہایت بلیغ گفتگو فرمائی۔ آخری جملہ کچھ یوں تھا:

''حکومت شریعت چھوڑے تو کفر جنم لیتا ہے، مولوی شریعت چھوڑے تو بدعت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور پیر شریعت چھوڑے تو جہالت کی تاریکیاں پھیلتی ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ حکومت، علماء، مشائخ سب شریعت کے غلبہ کی بات کریں''۔

نور بصیرت کی برسات تھمی تو لالہ جی ساتھیوں سے فرمانے لگے:

آؤ!

ذرا باہر دھوپ کھاتے ہیں باہر نکلے تو ساتھی کی خواہش تھی کہ حضرت کے لب لعلیں سے حسن بکھرتا رہے۔

ساقی یہ عجب بادۂ گلفام دیا ہے
اک جام ہمیں اور دے کیا جام دیا ہے

❁❁❁❁❁

تبرّک سر پہ لو ایسے ولی کا

کہ جنت نام ہے جس کی گلی کا

''شمشاد'' حسن قد وخد کا ایک حسین استعارہ ہے۔نصیر آباد راولپنڈی میں سید افتخار حسین شاہ کے گھر کسی مست محبت نے ایک اکلوتی کیاری میں شمشاد گاڑ دیا۔شاہ جی کے چھوٹے بھائی کو نجانے کیا ہوا۔دیر دیر تک مکان کی منڈیر سے اسے تاڑتا رہتا۔اس کی چھوٹی چھوٹی نرم و نازک شاخوں کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کی پتلیاں رقص کرنے لگتیں۔کبھی ایسے بھی ہوتا کہ وہ اس کی سر سبز پتیوں سے بلائیں لینے لگ جاتا۔شاید اس کی کوئی محبت ان سبز پیکروں کا روپ دھار گئی تھی۔جب رات بھیگ جاتی تو وہ اس شاہد رعنا کے ساتھ آ کھڑا ہوتا۔ہلکی ہلکی سروں میں قرآن مجید پڑھتا تو نقرئی آواز بادِ نیم شب کے دوش پر سوار ہو کر شمشاد سے ٹکراتی تو وہ بھی انگڑائی لے کر بیدار ہو جاتا۔

پھر ہر پتی ہر شاخ اور ہر ٹہنی سینوں میں دبے راز اگلتی۔کہانیاں سناتی ایک رات ڈھلی اور صبح مسکرائی،بادِ نسیم نے محبت کا گیت گایا۔چھوٹے سے صحن میں شاہ جی کے خاندان کے بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔خوش گپیاں،بحثیں،قہقہے،مسکراہٹیں،فضا میں تحلیل ہو رہی تھیں اور افتخار شاہ جی کا چھوٹا بھائی درخت سے پھوٹتے،جھومتے اور مسکراتے نغموں میں اداس ہو گیا۔کسی نے حزن و ملال کی وجہ پوچھی اور کسی نے طعنہ کھینچا کہ کہیں اس درخت پر کوئی پری تو نہیں رہتی جسے دیکھ کر تم سہم جاتے ہو،مسئول مغموم نے کہا کہ تم جانتے نہیں یہ درخت وہ درخت ہے کہ جس کی جڑوں میں ایک ولی کامل نے درجنوں بار وضو فرمایا ہے۔

تبرک سر پہ لو ایسے ولی کا
کہ جنت نام ہے جس کی گلی کا

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز ایک مرتبہ طویل مدت کے لیے علیل ہو گئے۔اسی چھوٹے سے گھر میں قیام فرمایا اور یہاں بارہا وضو فرمایا۔ایک مرتبہ تو ایسے ہوا۔''برکتی'' نے

انہیں اٹھایا اور پھولوں کی کیاری میں انہیں وضو کروایا، آپ خوشگوار موڈ میں تھے فرمایا: ''مجھے یہیں بٹھادو''۔ اکھڑی ہوئی سانسیں سنبھلیں تو فرمانے لگے: ''خدمت نور ہے، خدمت وسیلہ ہے، خدمت عظمت ہے، خدمت معرفت کی روح ہے، دو شخص کبھی دنیا میں اور نہ آخرت میں رسوا ہوں گے ایک سخی اور دوسرا خدمت گزار۔

حضرت نانگا صاحب فرمایا کرتے تھے:

''کتنی بار خدمت کرنے والے خدمت کروانے والوں سے آگے بڑھ جاتے ہیں''۔

فرمانے لگے:

''مجھے اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا کہ ایک دعا ہے جو تو جسے دے گا وہ بن جائے گا۔ میرا ارادہ کچھ اور تھا لیکن خدمت ایسی چیز ہے کہ سید ریاض حسین شاہ نے میری وہ دعا بھی جیت لی''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کے خادم اور داماد برکتی کا انتقال ہو گیا، ایک صاحب تعزیت کے لیے گئے۔ حضرت نے فرمایا:

''واپسی پر سید ابو نعمان کو میری طرف بھیجنا''۔

سید ابو نعمان حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پوچھنے لگے:

''شاہ جی ایک معاملہ میں میرا علم غلط ہو گیا ہے۔ برکتی کے انتقال کے بعد میں نے دیکھا کہ تدفین سے پہلے ہی اس کا حساب ختم ہو گیا۔ روحانی اعتبار سے مولانا نے اس کی تصدیق کی ہے لیکن دلیل صرف وہ ٹھیک ہے جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہو۔۔۔۔۔''

سید ابو نعمان نے عرض کی:

حضور جلال الدین سیوطی نے ''شرح الصدور'' اور ابن قیم نے کتاب ''الروح' میں بعض ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے آپ کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرمانے لگے:

''شاہ جی سنو!

سب کے ساتھ ایسے نہیں ہوتا بعض بعض کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے اور برکتی کو یہ مقام صرف اور صرف خدمت کی وجہ سے ملا ہے اور خدمت کی تین قسمیں ہیں:

خدمت مالی، خدمت بدنی اور خدمت روحانی سید ابونعمان نے پوچھا! حضور روحانی خدمت کیسے ہوتی ہے؟

حضرت نے فرمایا:

شیخ کی اتباع احترام اور ادب، کوشش کرنا کہ اسے اذیت نہ پہنچے۔ اس موقع پر حضرت لالہ جی نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے شیخ کی غربت کی وجہ سے مالی خدمت نہیں کی اور دور رہنے کی بنا پر بدنی خدمت بھی نہ کر سکا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد مجھ سے روحانی طور پر خوش تھے''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز دنیا سے اٹھ گئے اور احوال کی تغیر سامانیوں نے شمشاد پر بھی کلہاڑا چلا دیا۔ اب تو خاک اڑتی ہے اور ہر سُو یہ آوازیں بکھری پڑی ہیں۔

وہ گلیاں یاد کرتی ہیں وہ کوچے یاد کرتے ہیں
ہوائیں آ رہی ہیں جا رہی ہیں تم نہ آؤ گے

ہری ہری میں ہر گئی میں ہاری ہر بار

ہارہی موری جیت ہے موہ سنگ کھیلے یار

محبت اللہ تعالیٰ کا نور ہوتا ہے جس میں اُجالنے کی رحمتیں بھی ہوتی ہیں اور گرمانے کی روشنیاں بھی۔ محبت کبھی پہاڑوں کو بھی اپنے وجود کے سمندر میں ڈبو دیتی ہے اور کبھی ایک تنکا بھی اپنی نازک آنکھ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ اس کے کانٹوں میں لذتِ آبلہ پائی کا ذوق پلتا ہے اور اس کے پھولوں میں نوازنے کی مہک سرگرم رہتی ہے۔ ''شکوہ'' کرنا محبت کا ایک انداز ہے اس سے پیار کا جام دوآتشہ ہوتا ہے۔ اس کے میٹھے میٹھے الفاظ عشق کے بے پایاں سمندر میں تلاطم پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے ''شکوہ'' کبھی کبھی روحانی الذہن لوگوں کی زبان پر بھی آ جاتا ہے لیکن شکایت وہ بدبو ہے جس کا ''شجرِ محبت'' سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ شکایت اگر سلجھی ہوئی ہو تو بھی ''عدالت'' ڈانٹ ڈپٹ رکھتی ہے اور اگر یہ الجھی ہوئی ہو تو پھر یہ کبھی بہتان ہوتا ہے، کبھی غیبت، کبھی چغلی اور کبھی حسد کا منحوس مرض۔ شکایت کی یہی تباہ کاریاں ہیں جن کی بنا پر اہل اللہ اسے پسند نہیں کرتے، اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے اور اسے اچھا نہیں جانتے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کا سلسلہ تربیت چونکہ محبت کے اساسی جوہر سے پھوٹا تھا اس لیے انہیں ''شکایت'' پسند نہیں تھی، وہ ہر ایک کو نصیحت کرتے کہ دوسروں کو چاہو، عیب پوشی کرو۔ ان کے عقائد واہ واہ تھے، وہ کہتے جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے چھوٹوں کو چھوٹا نہ سمجھو اور جب توحید مانتے ہو تو کسی بڑے کو بڑا نہ سمجھو۔ خالق کے ذکر کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو دھیان میں نہ لاؤ۔ خدا کی طرف دیکھنے والی آنکھ نہ کسی کا عیب دیکھ پاتی ہے اور نہ کسی کی خوبی، وہ محض اسے ہی دیکھتی ہے اس کی ہوتی ہے وہ اسی کا ہوتا ہے، اسے اس کے دیکھنے ہی سے فرصت نہیں ملتی وہ کسی کا اچھا بُرا کیا دیکھے گی!!!

راولپنڈی کے کچھ لوگ تیار ہوئے، منصوبہ بندی کا سوچا اور فیصلہ یہی کیا کہ سید ریاض

حسین شاہ اچھا آدمی نہیں بُرا ہے اور بہت بُرا۔ پانچوں عیب شرعی اس کے اندر ہیں۔ تیرہ طبیعت ہے، جاہل ہے، مادہ پرست ہے، پلازے بنا رہا ہے، کوٹھیاں کھڑی کر رہا ہے، دین اس کا لبادہ ہے حقیقت نہیں۔۔۔۔اس کا سارا بھرم حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز سے قائم ہے۔ اگر انہیں اس سے بدظن کر دیا جائے تو وہ گر جائے گا زور سے، دھڑام سے اور پھر اٹھ نہیں سکے گا۔ وہ یہ جان نہ سکے کہ لالہ جی صاحب حال تھے کہ صاحب حال کا دل آنکھ میں ہوتا ہے اور آنکھ دل میں ہوتی ہے، اس کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ بگڑے ہوؤں کو سنوار دے۔ ہتھیلی پر آگ ٹھنڈی کر دے اور گلے میں برف پگھلا دے۔ صاحب حال وہ تو نہیں جو کسی کے ظاہری سجدے دیکھے، حال والے سینوں میں دل دیکھتے ہیں اور دلوں میں نیتوں کا جائزہ لیتے ہیں جبکہ قال والے کوّوں کی طرح قول ہی سے قوالی کرتے ہیں۔

لالہ جی قدس سرہ العزیز کے حجرۂ ناز میں فہم باختہ لوگوں کا یہ قافلہ پہنچ گیا۔ کچھ ہدیے اور کچھ تحفے حضور کی نذر کیے۔ پاؤں پکڑ کر عقیدت مندی کا یقین دلانا چاہا، توجہ مانگی۔۔۔۔

حضرت لالہ جی نے حسب معمول استفسار فرمایا:

سناؤ! ہمارے شاہ صاحب کا کیا حال ہے؟۔۔۔۔

زبانیں برچھیاں بن گئیں۔ واہ سبحان اللہ حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے آہِ سرد کھینچی اور چار نام لیے ''یوسف'' ۔۔۔۔ ''حسین'' ۔۔۔۔ ''شاہ منصور'' اور ''بلھے شاہ'' اور پھر فرمایا:

''صاحب نسبت، صاحب ایمان، صاحب عشق اور صاحب ادب کبھی تباہ نہیں ہوسکتا۔۔۔۔''

آپ شکایت کرنے والے لوگ سب گریبانوں میں جھانکیں آپ خود کیا ہیں؟

شکایت، غیبت، بہتان اور چغلی کا حکم شریعت میں کیا ہے؟

سنو!

شاہ جی کو اگر کوئی ننگا کرے گا تو اللہ شاہ کو جنت کا لباس پہنا دے گا۔ وہ دنیا کے عین درمیان رہے گا لیکن دنیا اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گی۔ اس کے دشمن ذلیل ہوں گے اس کے

دوست کامیاب ہوں گے۔

سنو!

میرے بعد سب کچھ شاہ جی ہے، جس نے ہماری نسبت کا نور قائم رکھنا ہے اسے اس سے تعلق رکھنا ہوگا۔ جسے میں قبول ہوں اسے ان کو قبول کرنا ہوگا۔۔۔۔۔!!!

تھوڑے ہی دن گزرے تو پیکر آ ثام سید مذکور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت لالہ جی فرمانے لگے:

''پیر جی کیا ہوا جو لوگ آپ کو قطب سمجھتے تھے آج شکایتیں کرتے ہیں''۔

احتساب کے کٹہرے میں کھڑے ملزم نے کہا:

حضور میں ننگ دین اور ننگ نسبت ہوں اگر مہربانی فرمائیں تو اجازتِ خلافت منسوخ فرمادیں، میرے لیے صرف آپ کے قدموں کی خاک ہونا ہی کافی ہے، میں اپنا سب کچھ آپ کے حوالے کرتا ہوں۔

ہری ہری میں ہر گئی میں ہاری ہر بار
ہار ہی موری جیت ہے موہ سنگ کھیلے یار

محفل میں عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ شرکاء کی آنکھوں سے ساون برسنے لگ گیا۔

حضرت لالہ جی کی آنکھوں سے بھی آبِ حیات کا چشمہ پھوٹ پڑا اور فرمایا:

''ہارنے والے ہی پیر ہوتے ہیں، عاجزی کرنے والے ہی فضل کے سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہیں، جو لوگ اپنے وجود سے انا کا بت توڑ دیتے ہیں ان کے گناہ بھی معرفت کی راہیں بن جاتے ہیں۔ جن کی سواریاں نیتوں کا حسن ہو شیطان ان کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا، وہ نیک نیت مسافر ضرور منزل پر پہنچتے ہیں۔۔۔۔۔!!!

شاہ جی محبت ایک شے ہی دوسری ہے، شکایت کرنے والے شکایت کرتے رہتے

ہیں اور جنوں کی سرحدوں پہ کھڑا صاحب محبت اپنے دل کے ہنگاموں سے آخرت جیت لیتا ہے''۔

محفل میں ایک سنگی سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا اور ایک دوسرا سیاہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

آپ نے اپنے ساتھی کا سفید دامن ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا:

''میرا شاہ قمیض کے اس دامن کی طرح سفید ہے اور باقی کلاہ سیاہ کی طرح تاریکی ہے''۔

اس کے بعد حضرت قدس سرہ العزیز نے آنسوؤں کی جل تھل میں فرمایا:

''اگر میں پیر ہوں تو شاہ جی بھی پیر ہے''۔

راہ طلب پر چلتے چلتے ترک طلب تک آ ہی گئے
بڑھتے بڑھتے خود گمراہی منزل تک لے آتی ہے

❁❁❁❁❁

همه شهر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ نفس بدخو نکند بکس نگاہے

سنگیوں کو میرے متعلق کہنے لگا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پیچھے کسی وقت ہم اس طرح پھرتے تھے جس طرح کنویں کے گرد پیاسے۔ (یعنی اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہم خود کامل ہو گئے ہیں)۔ یہ بات سنگیوں کو بھی بُری لگی اور میں بھی سمجھ گیا کہ اس کی اس بات کا مطلب ہے پہلے یہ میری غرض کرتا تھا پیاسا تھا اور اب یہ خود کو بڑا سمجھتا ہے اور مجھے کچھ نہیں سمجھتا۔ فرماتے ہیں: ''میں نے کہا کہ میں تو پہلے بھی پتھر کی طرح چکنا تھا اور اس وقت تو کیچڑ کی طرح نرم تھا اور اس لیے میرے ساتھ چپکتا تھا لیکن اب تُو بھی پتھر کی طرح سخت اور چکنا ہو گیا ہے جبکہ میں پہلے سے ہی ایسا ہوں لہٰذا اب تجھے میرے ساتھ چپکنے کی کیا ضرورت ہے''۔ فرماتے ہیں: اس پر وہ شرمندہ ہوا اور دوسرے سنگیوں نے بھی اسے ملامت کی کہ تجھے یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ کل جس شخص نے تجھے ہدایت کی طرف لگایا اور دین کا راستہ سکھایا اس کے متعلق تُو اس طرح کی بات کرے۔

لالہ جی صاحب نہایت محبت، دلچسپ اور پُر مزاح انداز میں سناتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نانگا صاحب کی محفل میں بیٹھے تھے اور اپنے مخصوص انداز میں ذکر و فکر کر رہے تھے کہ اس دوران ایک سنگی جو کہ ایک ڈبے پر بیٹھا ہوا تھا اسے وجد آ گیا اور وہ زور زور سے ذکر کرنے لگا، ساتھ ڈبے کی آواز بھی تھی اور وہ پکارنے لگا: ''نیساں اوسٹریا۔ نیساں اوسٹریا'' ارے مجھے پکڑو، ارے مجھے پکڑو، فرماتے ہیں لالہ جی کہ میں نے اسے گردن سے پکڑ بھی لیا اور ساتھ یہ بھی کہنے لگا: ''ولے نیساں'' ''کیوں پکڑوں؟'' ''وجد تم لاؤ اور پکڑوں میں''۔ اس پر بہت قہقہہ لگا کر سارے سنگی ہنسنے لگے اور ایک سنگی نے مجھ سے خفا ہو کر کہا کہ تم سب لوگوں کو کیوں ہنسا رہے ہو، لیکن نانگا صاحب نے اسے روکا اور فرمانے لگے: اس کو کچھ نہ کہو اس کے ہنسنے سے بھی اتنی رحمت برستی ہے جتنی تمہارے ذکر کرنے سے بھی نہیں برستی''۔ یہی وجہ ہے کہ قبلہ لالہ جی صاحب سنگیوں کو ہنستا دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور خود مزاح پیدا کرتے ہیں۔ ویسے ہنسنا اچھا نہیں لیکن اس میں بھی خدا کی رضا ہے اس لیے اس سے رحمت برستی ہے۔

محمد گلزار ایک صالح، متقی، ہوشیار اور باخدا دین دار جوان ہے۔سی سی ایم اے میں ملازمت کے ساتھ ساتھ رزق حلال کمانے کے لیے سنگ تراشی اختیار کر رکھی ہے۔ایک خاصہ عرصہ حضرت لالہ جی کی خدمت کا شرف حاصل رہا۔ہائی وے کے اس پار ضلع اسلام آباد میں دینی کام نہایت لگن سے کیا ہے۔کئی دیہات غفلت کی لپیٹ سے نکلے ہیں۔اس کے دینی جذبے، ہمت، اولوالعزمی اور اعتقادی پختگی قابل دعا ہے۔حضرت لالہ جی نے ایک بار محبت اور وارفتگی کے عالم میں اپنے سلسلۂ محبت کی اجازت بھی مرحمت فرما دی تھی۔محمد گلزار نے حضرت علیہ الرحمۃ کے خاصے ملفوظات اکٹھے کیے ہیں ان میں سے بعض لطیف واقعات اور شیریں ملفوظات نقل کیے جاتے ہیں:

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ نفس بدخو نکند بکس نگاہے

لالہ جی صاحب فرماتے ہیں:

”اگر کسی وقت کسی شخص نے کوئی گناہ کیا ہے اور پھر بعد میں وہ اسے فخر سے یاد کرتا ہے اور اس کا تذکرہ لوگوں سے کرتا ہے تو جب تک وہ شخص اپنے اس سابقہ گناہ کو یاد کرتا رہتا ہے تو اسے اسی پہلی طرح گناہ ملتا رہے گا،یعنی جتنی دفعہ گناہ کو یاد کرے گا فخر سے، اتنی دفعہ اسے نئے گناہ کی طرح لکھا جائے گا“۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک سنگی پہلے پہل مجھ سے بہت محبت کرتا تھا اس لیے کہ میں نانگا صاحب کو بہت پیارا تھا، پھر وہ ترقی کرتا رہا اور سنگیوں میں اس کا اچھا مقام بن گیا اور میرے ساتھ اس کی رغبت بھی کچھ کم ہوتی رہی۔ایک دفعہ میں ان کی محفل میں پہنچا تو وہ سنگی دوسرے

اسی طرح آپ نے اپنے لڑکپن کا ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔ یہ واضح رہے کہ آپ نے یہ واقعہ والدین کے بعد ان کے رشتہ داروں یا دوستوں سے حسن سلوک کے ضمن میں سنایا، فرماتے ہیں: ''ہمارے والد صاحب کا ایک دوست تھا۔ اس کا بیل ایک آدمی نے چرالیا اور مانگنے پر بھی واپس نہ کیا''۔ فرماتے ہیں: ''اس وقت میں نوجوان تنڈا آساں (نوجوان لڑکا تھا) اور ایک میرا بڑا بھائی تھا، ہمیں ہمارے والد کے دوست نے کہا کہ اس سے بیل کا بدلہ لینا ہے، لہٰذا جب رات ہوئی تو ہم دونوں بھائی اس چور کے گھر پہنچ گئے۔ اس کا ایک کتا بہت زبردست تھا وہ جونہی ہماری طرف آیا تو میرے بڑے بھائی نے لاٹھی اس کی طرف بڑھا دی وہ لاٹھی کے اوپر چڑھ گیا اور اس نے زور سے گھمایا تو وہ دور کڑوی میں جالگا اور پھر ہمارے قریب نہ آیا۔ ہم دونوں اس چور کے مکان کی چھت پر چڑھ گئے۔ چھت میں دھواں نکلنے کے لیے سوراخ تھا، وہاں سے ہم نے نیچے دیکھا تو وہ دونوں میاں بیوی اکیلے تھے کوئی اور نہ تھا اور بیوی چولہے میں لکڑی زور سے رگڑتی جس سے چنگاریاں پھیلتی تھیں اور ان کی روشنی میں میاں لکڑیاں چیرتا تھا۔ میرا بھائی اس سوراخ سے چھڑی گزار کر نیچے چھت کے شہتیروں (بالوں) وغیرہ پر مارتا اور میں چھت پر ادھر ادھر دوڑتا، تاکہ یہ چور ڈرے اور سمجھے کہ بہت لوگ چھت پر چڑھ آئے ہیں۔ اس طرح رات بھر ہم نے اسے پریشان کیا اور صبح وہ لوگوں سے خوفزدہ حالت میں کہہ رہا تھا کہ آج میری چھت پر پورے بائیس آدمی چڑھ گئے تھے اور جب ہمارے والد کے دوست نے سنا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب میرے بیل کا بدلہ اُتر گیا ہے''۔

ایک جعلی پیر کا واقعہ آپ نے یوں سنایا کہ ''ایک دفعہ ایک ہوٹل میں ایک نقلی پیر بیٹھا ہوا بڑے جوش وخروش سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے گرد لوگ جمع ہوئے تھے۔ میرے ساتھ ایک ساتھی تھا ہم بازار سے گزر رہے تھے کہ میرا ساتھی مجھے ہوٹل کے اندر لے گیا، وہ شخص بڑے بازو پھیلا کر باتیں کر رہا تھا کہ پیچھے سے کسی نے کہا کہ یہ مولوی شریعت کی باتیں کرتے ہیں، وہ شخص

جوش میں تھا کہنے لگا: شریعت کو چھڈ و (چھوڑو) اتنے مَیں مَیں بول پڑا، مَیں نے کہا شریعت کو چھوڑو، خدا کو چھوڑو اور رسول کو چھوڑو، کافر ہو کر مر جاؤ۔ وہ شخص حیران ہو کر میری طرف دیکھنے لگا اور پھر اپنے مریدوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: کیوں اوئے میں نے یہ بات کہی ہے؟ سب نے کہا: ہاں جی ابھی تو آپ نے یہ بات کہی ہے۔ وہ لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا: مجھے تو کچھ پتہ نہیں! میں نے کہا: ہاں تُو ٹھیک کہتا ہے شیطان حرامی نے تجھے پاگل کر رکھا ہے، تجھے ہوش ہو تو تُو سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے''۔

فرماتے ہیں: ایک شخص بدکار سا تھا کچھ لوگوں کی تبلیغ سے راہ راست پر آ گیا۔ نمازیں وغیرہ پڑھنے لگا کچھ عرصہ کے بعد اسے ایک بیماری لگ گئی۔ وہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا تو اسے ننگی عورتیں نظر آتیں۔ جب زبان سے کوئی کلمہ پڑھتا، درود پڑھتا تو اس کے منہ سے گالیاں نکلتی تھیں۔ بڑا پریشان ہوا، نمازیں پڑھنے سے مجبور، منہ سے کوئی کلمہ، درود پڑھنے سے مجبور ہو گیا۔ کسی نے کہا رائے ونڈ جاؤ، وہاں گیا دعائیں کیں لیکن کوئی فرق نہ پڑا، پھر کسی نے کہا شاہ جی (ریاض شاہ جی) کے پاس جاؤ وہاں پہنچا تو شاہ جی نے اوگی لالہ جی صاحب کے پاس بھیج دیا۔ لالہ جی فرماتے ہیں: ''میرے پاس آیا اور یہی کیفیت بیان کرنے لگا، میں نے کہا: اچھا یہ شیطان ہے جو تمہیں ان کاموں سے روکتا ہے لہٰذا تم کلمہ تمجید پڑھو، وہ کہنے لگا: میں کیسے پڑھوں جو چیز بھی میں پڑھتا ہوں میرے منہ سے گالیاں ہی نکلتی ہیں، میں نے پھر اس کے کان میں کلمہ تمجید پڑھ کر پھونک ماری اور پھر پڑھنے کو کہا پھر اس نے نمازیں وغیرہ پڑھنی شروع کر دیں، میں نے پوچھا اب کیا حال ہے؟ کہنے لگا: اب بالکل ٹھیک ہوں کوئی غلط چیز نظر نہیں آتی، نہ منہ سے غلط بات نکلتی ہے، پھر میں نے اسے بتایا کہ میرے پاس ایک خاص شے (ذکر اللہ) ہے اگر تم چاہو تو یہ بھی حاصل کر لو۔ اس نے کہا اس مشکل سے میری جان چھڑاؤ اور جو بھی ہے مجھے عطا کرو، لہٰذا میں نے اسے طریقہ دیا (بیعت کیا)۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا سنگی ایک مولوی تھا، ایک اور مولوی اس سے حسد کرتا تھا، جب نانگا صاحب تشریف لائے تو وہ مولوی بھی آ گیا اور محفل میں بیٹھ گیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے حریف مولوی کے پیر (نانگا صاحب) پر کوئی تنقید کروں گا اور اس طرح اس مولوی کو شرمندہ کروں گا۔ بہرحال گفتگو ہوتی رہی، نانگا صاحب نے گفتگو کے دوران فرمایا کہ ''اللہ اپنے بندوں کو ہاتفی آواز کرتا ہے یا اس طرح کہ مجھے ہاتفی آواز آئی''۔ تو وہ مولوی یکدم تڑپ اٹھا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ نانگا صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کوئی ہوش کی بات کریں، نبیوں کو وحی آتی ہے، میں وحی کی بات نہیں کر رہا بلکہ ہاتفی آواز کی بات کرتا ہوں جو اللہ کے ولیوں کو ہوتی ہے لیکن مولوی پھر کہتا نہیں جی آپ نے تو نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نہیں مانتا آپ کی بات کو۔ اس پر نانگا صاحب نے کہا: اچھا اگر تُو یہ بات نہیں مانتا تو جا مشکوٰۃ شریف میں دیکھ لے، یہ حدیث موجود ہے (حالانکہ نانگا صاحب ظاہری علم نہ رکھتے تھے)۔ اتنے میں ہمارے سنگی مولوی کو بھی یہ حدیث یاد آ گئی اس نے فوراً اپنے حریف مولوی سے کہا: ہاں مشکوٰۃ شریف کے فلاں صفحہ پر ہاتفی آواز کے متعلق دیکھ لے، لہٰذا رات کو اس مولوی صاحب نے مشکوٰۃ شریف میں مذکورہ حدیث دیکھی اور دوسرے دن صبح نانگا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی اور بیعت کر لی''۔

5۔ نومبر 1992ء بروز جمعرات لالہ جی صاحب دروالہ میں قیام پذیر تھے۔ مولوی ذاکر نے بھی وہاں آپ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ تبلیغی جماعت کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ لالہ جی فرمانے لگے: وہ اچھے لوگ ہیں اور اچھا کام کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ پیش کرتے ہیں۔ اس حلیے کو ہلکا جاننا (جو کہ دراصل رسول اللہ ﷺ کا حلیہ ہے) کفر ہے۔۔۔۔۔ بہرحال میرے نزدیک ان میں چند خامیاں ہیں، ہوسکتا ہے ان کے نزدیک نہ ہوں لیکن میں اپنی بات کرتا ہوں''۔ فرمانے لگے: ''ایک اُن میں یہ خامی ہے کہ ایک شخص کے گھر میں چاہے آگ لگی ہو کتنی ہی مجبوری ہو، یہ کہتے ہیں: اللہ پر توکل کرو اور تبلیغ کے لیے نکلو، میرے خیال میں

اللہ تعالیٰ مجبور نہیں ہے، اگر یہ شخص نہ بھی جائے تو کوئی دوسرا چلا جائے گا لیکن گھر اس کی مجبوری ہے جو اس کے علاوہ کوئی دوسرا پوری نہیں کرسکتا اسی کا ہونا ضروری ہے۔ دوسری خامی یہ ہے کہ چاہے کسی کا ارادہ ہو یا نہ ہو یہ کہتے ہیں ارادہ لکھاؤ اور اگر ارادہ نہ ہو لیکن لکھا دیا جائے ویسے ہی، تو یہ منافقت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی خامی ہے کہ ایک آدمی کا اللہ سے ارادہ نہ ہو اور وہ بندے سے ارادہ کر کے لکھوادے (یعنی اللہ کے لیے نہ لکھوائے بلکہ بندے کے لیے لکھوادے) تو یہ شرک ہوگا''۔ اس پر مولوی ذاکر نے شاہ ولی اللہ اور مولانا ذکریا کا حوالہ دیا کہ اگر آدمی اس ارادے سے سو جائے (سنت طریقے پر) کہ مجھے سنت کا ثواب ملے گا تو اگر سوتے ہوئے اس کا پہلو بدل بھی جائے تب بھی اسے ثواب ملے گا۔ لالہ جی صاحب نے برجستہ فرمایا کہ وہاں ارادہ اللہ سے ہوگا نہ کہ بندے سے جبکہ یہاں تبلیغ میں ارادہ اللہ سے نہیں بلکہ بندے سے ہے لہٰذا شرک ہے''۔ مولوی صاحب نے کہا وہ ارادہ لکھاتے ہیں۔۔۔۔۔

قبلہ لالہ جی صاحب باوجود اُمّی ہونے کے فقہ کا گہرا اور باریک علم رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ کا واقعہ سناتے ہیں کہ میرے پاس ایک شخص آیا جسے اپنے علم پر بڑا ناز تھا، میں نے اس سے پوچھا کہ فقہ کا بھی کچھ علم رکھتے ہو یا نہیں؟ تو بڑے فخر سے کہنے لگا: کوئی ماں کا لال فقہ میں میرا مقابلہ نہیں کرسکتا، میں نے کہا: ذرا ہوش سے بات کرو'' ٹک کے بہہ لو بڑیا پھنّے نیاں پترا'' (آرام سے بیٹھ بڑے فقہ کے بچے) پھر میں نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ ایک آدمی یہاں کھڑا ہے سامنے اس کے کمرے کی کھڑکی ہے اس کی دو بیویاں ہیں ایک بیوی نے کھڑکی سے سر سامنے کیا، اس نے کہا کہ اس میری بیوی کو طلاق ہے۔ جب گھر پہنچا تو اس نے پوچھا کہ کھڑکی سے کون سی بیوی سامنے آئی تھی ایک کہتی ہے میں تھی دوسری کہتی ہے میں تھی، پھر طلاق کس بیوی کو ہو گی؟۔۔۔۔۔ وہ شخص کوئی جواب نہ دے سکا اور شرمندہ ہوا، پھر اتنے میں لاؤڈ سپیکر سے آواز آنے لگی۔ وہ لاؤڈ سپیکر سے واقف نہ تھا حیران ہو کر پوچھنے لگا یہ کیا ہے؟ میں نے اس کو اس کی

بڑی باتوں کا احساس دلانے کے لیے شرمندہ کرنا چاہا اور کہا کہ ایک چھوٹا سا لڑکا ہے جوان ڈبوں میں بند کر کے اوپر بانس پر رکھ دیا ہے تا کہ لوگ اس کی بات سن سکیں۔ وہ اور زیادہ حیران ہوا اور یقین کر گیا، پھر میں نے اسے کہا: تجھے اتنی بڑی باتیں کرتے شرم نہ آئی تھی اور اس نا قابل یقین بات پر یقین کر لیا ہے۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سناتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر پر تھا ایک جگہ میں نے جماعت کے ساتھ نماز عصر ادا کی۔ نماز کے بعد میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ میں نے دو رکعت ادا کرنی تھیں، مسافر ہونے کی وجہ سے لیکن جماعت میں شامل ہونے کی وجہ سے میں نے چار رکعت ادا کی ہیں باقی دو رکعت کیا ہوں گی۔ اس نے نہایت تکبر سے جواب دیا کہ تجھے اتنا پتہ نہیں ہے کہ وہ دو رکعات نفل ہوں گی، میں نے فوراً جواب دیا کہ تجھے اتنا پتہ نہیں کہ نبی پاک علیہ السلام نے عصر اور مغرب کے دوران نفل ادا نہیں کیے، میں کوئی بدعتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف عمل کروں، وہ مولوی بہت شرمندہ ہوا اور اس کے اپنے مقتدیوں نے اس سے کہا کہ تم نے تکبر کی بات کی ہے تو دیکھو! مہمان نے تمہیں کیسا پھنسا دیا ہے۔

میرے ساتھ ایک دوست تھا اس نے کہا کہ ''یہ یوں ہی نہیں ہے تم جو چاہو فقہ کا مسئلہ دریافت کر لو'' لالہ جی فرماتے ہیں کہ ''اس پر انہوں نے مجھ پر ایک سوال کیا کہنے لگے'' کہ اچھا یہ بتاؤ کہ ایک شخص کا کوئی جانور چوری ہو گیا وہ تلاش کرتا ہوا ایک جگہ پہنچا تو دیکھا کہ لوگ اسے ذبح کر کے کھا رہے ہیں، کیا وہ شرعاً اسے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا تم خود ہی کہتے ہو کہ جو شخص حرام کو حلال کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے پھر اس شخص کا ذبیحہ کیسے کھائے گا۔ (گویا ان کے اپنے سوال میں انہیں الجھا دیا) اس پر وہ لاجواب ہو گئے، پھر پیچھے سے کسی نے آواز لگائی کہ مولوی صاحب جس وقت وہ شخص جانور کو ذبح کرنے کے لیے تکبیر پڑھ رہا تھا اس وقت مسلمان تھا لہٰذا ذبیحہ حلال ہو گا۔ اور اسے کھا سکتا ہے لیکن اس فعل

سے وہ شخص کافر ہو جائے گا جو چوری کے حرام جانور کو تکبیر پڑھ کر حلال کرتا ہے''۔ یہ واقعہ حضرت لالہ جی صاحب نے سنایا تو میں نے پوچھا کہ مسئلہ کیا ہے وہ شخص جو جانور کا مالک تھا وہ اس جانور کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟ تو فرمانے لگے کہ کھا سکتا ہے مگر نقصان یہ ہے کہ پھر وہ رقم پوری نہیں لے سکے گا''۔

18۔فروری بروز جمعرات 1993ء میں (محمد گلزار)، ریاضت، حاجی عدالت، گلزار (چھوٹا) اور سائیں سلیم اوگی روانہ ہوئے۔تقریباً ایک بجے دن وہاں پہنچے اور چار بجے واپس آ گئے۔لالہ جی صاحب نے نہایت پُرتاثیر، ایمان افروز اور پُروقار گفتگو فرمائی۔ ہمارے ہی ذہنوں میں پیدا شدہ سوالات کو نہایت خوبی سے بیان فرمایا اور صحیح معنوں میں ہمارے ذہن اور دل صاف فرما دیے۔اولیاء کرام کا صحیح مقام ہمیں سمجھا دیا۔آپ نے فرمایا کہ:''مجذوب تو وہ شخص ہوتا ہے جسے کھانے، کپڑے، سردی، گرمی، بھوک، پیاس اور نفسانی خواہشات کا احساس تک نہیں ہوتا۔۔۔۔اسی وجہ سے شریعت اس پر ساقط ہو جاتی ہے لیکن جو کھاتے پیتے، سمجھتے، سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نافرمان ہو جاتے ہیں، نماز روزہ کی پروا نہیں کرتے وہ نہ تو اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور نہ ہی مجذوب ہوتے ہیں بلکہ خود گمراہ، بے دین اور مکار ہوتے ہیں اور عوام کو بھی گمراہ کرتے ہیں''۔آپ نے فرمایا:''ساری بزرگی، سارا دین اور ساری کامیابی نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی خوشنودی اور اتباع میں پوشیدہ ہے''۔

11۔ستمبر 1993ء بروز ہفتہ میں اور ظہور اوگی پہنچے اور شام کو واپس آ گئے۔لالہ جی صاحب کی صحت کافی کمزور تھی۔اوگی کی طرف یہ ہمارا بڑا ہی اچانک اور ہنگامی سفر تھا۔10۔ستمبر کو میں ظہور کے گھر گیا ملاقات کے لیے۔باتوں باتوں میں کہنے لگا کہ میں کل اوگی جاؤں گا چلو دونوں چلتے ہیں میں نے تھوڑا پس و پیش کیا، چلو اگلی جمعرات چلیں گے لیکن وہ فوراً تیار ہوا، رات ہمارے گھر رہے اور صبح سویرے اوگی روانہ ہو گئے، دن کے تقریباً ایک بجے وہاں پہنچے۔حسب

معمول لالہ جی صاحب کی بیٹھک میں بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائےلیکن کمزوری کا یہ عالم تھا کہ دیوار کا سہارا لے کر آپ تشریف لائے۔نہایت خوشگوار ماحول میں ہمارے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔فرمانے لگے:'' ظہور تم مجھے رات کو یاد آئے تھے۔میرے پاؤں میں خارش ہو رہی تھی میں نے کہا کہ ظہور چنبل کی دوا لایا کرتا تھا۔دوا کی مجھے ضرورت نہیں ابھی کافی میرے پاس موجود ہے بہرحال تمہاری یاد آئی تھی''۔پھر میری طرف مخاطب ہوئے،فرمانے لگے:''میں جھوٹ نہیں کہتا تم مجھے یاد نہ آئے البتہ یہ ظہور یاد آیا تھا''۔میں نے کہا کہ میں رات کو اپنے گھر میں موجود تھا اور یہ ظہور رات کو ہمارے گھر تھا،اوگی آنے کے ارادے سے''۔میری طرف دیکھ کر مخصوص انداز میں مسکرانے لگے اور فرمایا:تم کہو گے بزرگی کی وجہ سے یاد آیا۔نہیں بزرگی نہیں بلکہ میرے پاؤں میں خارش تھی اور دوائی یہ لایا کرتا تھا اس لیے یاد آیا''۔

مخصوص انداز میں وعظ ونصیحت فرماتے رہے۔سنگیوں کے متعلق مخصوص انداز میں خیریت دریافت فرماتے رہے۔ادریس، یونس اور اس کی والدہ کے متعلق پوچھا اور ان کی تعریف کی۔گلزار کی بیوی بیمار تھی، اس کے متعلق کافی فکرمندی سے دریافت فرمایا اور دعا فرمائی، زاہد کے والد، اعجاز کے والد کے متعلق خصوصی طور پر دریافت فرمایا۔شبیر بڑا کے متعلق پوچھا۔

لالہ جی صاحب تمام وقت ہمارے پاس موجود رہے اور اپنے مخصوص انداز میں باریک باریک، چھوٹی چھوٹی، دلچسپ باتیں سنا کر وعظ ونصیحت کرتے رہے جیسا کہ آپ کا معمول ہے۔ آخرت کے بارے میں آپ خوب ڈوب کر دعا فرماتے ہیں اور دنیا کے متعلق دعا کرنے سے آپ کو اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس ملاقات میں میں نے چاہا کہ ایک دنیاوی مسئلے پر دعا کراؤں لیکن پھر میں نے بھی مناسب نہ سمجھا کہ لالہ جی صاحب سے دنیاوی کاموں کے متعلق دعا کراؤں البتہ بچوں کے بہتر مستقبل اور حصول علم کے لیے دعا کروائی۔

جب ہم وہاں سے الوداع ہو رہے تھے تو لالہ جی صاحب نے الوداعی دعا فرمائی،تقریباً

3۔بجے شام۔۔۔۔آپ کا معمول ہے کہ آپ ہمیں الوداع کرنے کے لیے باہر تشریف لاتے ہیں۔صحت کے زمانے میں باہر قبرستان تک آتے تھے اور آج کل جب سے زیادہ بیمار ہیں تو باہر صحن کے سامنے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر ہمیں دیکھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ہم آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں البتہ اس ملاقات کے اختتام پر میں نے آپ کو اٹھنے نہ دیا کیونکہ آپ بہت کمزور تھے مشکل سے باہر تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھے رہے، لہٰذا الوداع ہوتے وقت میں نے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں ہم چلے جاتے ہیں۔آپ فرمانے لگے کہ اگر میں مر گیا تو سب مل کر میرے لیے دعا کرنا، سب سنگیوں کو سلام کرنا، میں نے کوئی جواب نہ دیا اور جب دروازے سے باہر ہم نکلنے لگے تو آپ نے پھر روک لیا اور فرمانے لگے:

''میری بات کو یوں ہی نہ سمجھنا اور نہ میں یوں ہی کہہ رہا ہوں بلکہ خوب دھیان سے سنو اور اگر میں مر جاؤں تو دھیان سے توجہ اور اخلاص سے دعا کرنا کیونکہ میں کسی کے لیے رسمی دعا نہیں کرتا بلکہ اخلاص سے اور توجہ سے دعا کرتا ہوں، لہٰذا تم بھی میرے لیے اسی طرح دعا کرنا، کیونکہ مرنے والے کو دعاؤں کی بڑی ضرورت ہوتی ہے''۔اس ملاقات کی یہ الوداعی گفتگو آپ نے ہمارے ساتھ فرمائی اور حقیقت یہ ہے کہ اس ملاقات سے خود مجھے کافی پریشانی لاحق ہوئی۔آپ کی صحت کافی خراب تھی۔باہر بیٹھک میں ہمارے پاس آنے سے اور بیٹھنے سے آپ کو کافی تکلیف محسوس ہوتی تھی، لہٰذا میں نے واپس آ کر دوسرے سنگیوں کو مشورہ دیا کہ اب اوگی رات نہ رہنا کیونکہ لالہ جی صاحب کو تکلیف ہوتی ہے۔بہر حال اس ملاقات نے کافی حد تک ہمیں پریشان کر دیا۔

9۔اکتوبر 1993ء بروز ہفتہ بمطابق 21۔ربیع الآخر شام 7۔بجے ہم کافی سارے سنگی حاجی ایوب صاحب کے گھر سے اوگی کے لیے روانہ ہوئے۔اس سفر میں ہماری کیفیت جداگانہ تھی۔پہلے جب ہم اوگی روانہ ہوتے تھے تو آنکھوں میں چمک، جسم میں پھرتی، ذہن میں خوشگوار لمحات کے خیالات، سینے میں خوشی سے اچھلتا ہوا دل لے کر آپس میں خوش گپیاں لگاتے

ہوئے روانہ ہوا کرتے تھے۔۔۔۔۔لیکن آج کیفیت اس سے مختلف تھی۔۔۔۔۔سب کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے، آنکھیں نمناک (آنسو بھری) تھیں۔ایک دوسرے سے گپ شپ تو کیا نظر جما کر دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔بہر حال ایک ایسا زخم کھا کر جا رہے تھے جس کے لیے دل و دماغ تیار نہ تھے۔۔۔۔۔7۔اکتوبر شام کے وقت لالہ جی صاحب کو دل کی شدید تکلیف کی وجہ سے راولپنڈی لایا گیا۔کشمیری بازار ڈاکٹر عبدالقیوم کے ہسپتال (الحکیم ہسپتال) میں داخل کرادیے گئے۔۔۔۔۔8۔اکتوبر عصر کے وقت درس قرآن کی محفل میں گلزار نے آ کر یہ خبر سنائی۔۔۔۔۔سنگی کم تھے لہٰذا صبح تک انتظار کرنا پڑا کہ صبح جا کر حضرت کو دیکھوں گا۔۔۔۔۔صبح 9۔اکتوبر الیکشن ڈیوٹی کی وجہ سے پولنگ سٹیشن پر پہنچا اور مصروف ہو گیا، چنانچہ فیصلہ کیا کہ شام کو فارغ ہوتے ہی لالہ جی صاحب کی زیارت کروں گا۔۔۔۔۔لیکن دل مطمئن نہ ہو رہا تھا۔دن کے ایک بجے حاجی ایوب صاحب کے گھر فون کر کے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ حضرت ابھی تک وہیں ہسپتال میں موجود ہیں۔۔۔۔۔میری ڈیوٹی لیاقت روڈ پر واقع گورنمنٹ اسلامیہ سکول نمبر 4 میں تھی۔عصر کی نماز کے لیے باہر نکلا مسجد آریہ محلہ میں تھی۔۔۔۔۔مسجد سے باہر اپنے سنگی سجاد سے ملاقات ہوئی۔لالہ جی صاحب کے متعلق دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ کل ملاقات ہوئی تھی۔طبیعت اچھی نہ تھی آج میں نہیں گیا۔نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا تو پھر سجاد سے ملاقات ہوئی۔دیکھا تو حاجی ایوب صاحب کا لڑکا قاسم ان کے گھر کے سامنے کھڑا ہے۔تیز تیز قدم اٹھا کر اس کے پاس پہنچے اور پھر ایسی خبر سنی جو انہونی نہ تھی۔کوئی نئی خبر نہ تھی۔۔۔۔۔جسے کبھی نہ کبھی سننا ہی تھا۔۔۔۔۔لیکن ابھی ہم نے ذہن تیار نہ کیے تھے اس خبر کو سننے کے لیے۔۔۔۔۔ابھی ہمارے دل اسے برداشت نہ کر سکتے تھے۔۔۔۔۔ابھی تو جی بھر کر باتیں بھی نہ ہوئی تھیں۔۔۔۔۔قاسم نے کہا: ''لالہ جی صاحب فوت ہو گئے ہیں''۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)۔۔۔۔۔۔یہ بھی لالہ جی صاحب کی تربیت تھی جس نے ہمیں اتنی بڑی اور

افسوسناک خبر سنتے ہوئے بھی دیوانہ نہ بننے دیا اور پھر اسے برداشت کرنے کا حوصلہ دیا ۔۔۔۔۔لیکن ہماری تو جیسے دنیا ہی اجڑ گئی۔۔۔۔۔خواب ہی ٹوٹ گئے۔۔۔۔۔زندہ رہنے کا مزہ ہی چلا گیا۔۔۔۔۔گھر بار ویران ہو گئے۔۔۔۔۔محفلیں ہی برباد ہو گئیں۔۔۔۔۔آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا چین، دماغ کا اطمینان ہی چھن گیا۔

میں پولنگ سٹیشن پہنچا شام کے پونے پانچ بجے تھے وہاں سے چھٹی لی اور روانہ ہو گیا۔ جو قافلہ حاجی صاحب کے گھر سے روانہ ہوا تھا، اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ہمارا یہ سفر اوگی شریف تک کیسے کٹا، اس کو محسوس ہی کیا جا سکتا ہے، بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال رات پونے بارہ بجے ہم قبلہ کے دولت کدہ پر حاضر ہو گئے۔۔۔۔۔ان مٹ قسم کا دکھ تھا۔ ایک دوسرے کے گلے لگ کر کچھ ہلکا کیا۔۔۔۔۔ساڑھے بارہ بجے رات ہمیں حضرت لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرائی گئی۔۔۔۔۔چاند جب ڈوبتا ہے تو کچھ مدھم سا ہوتا ہے لیکن یہ ''چاند'' اور زیادہ تاباں اور روشن تھا۔ میری تو نظر لالہ جی علیہ الرحمۃ کے چہرۂ مبارک پر ٹھہرتی ہی نہیں تھی۔۔۔۔دیکھنے سے ہرگز اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ آپ پر موت طاری ہو چکی ہے، لیکن ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط'' پر بہرحال یقین ہے۔۔۔۔۔لہٰذا پہلی مرتبہ ہنستا، مسکراتا، خوش کن باتیں سنانے والا چہرہ سنجیدہ، خاموش اور غیر متحرک دیکھا۔ ادب کے ساتھ زیارت کی۔۔۔۔۔پھر باہر آ گئے۔۔۔۔۔قبلہ شاہ جی صبح سویرے پہنچے۔ کچھ ان کے ساتھ مل کر دکھ تقسیم کیے۔۔۔۔۔عبدالمنان شاہ جی اور تھانیدار گل عدت صاحب پہلے ہی وہاں موجود تھے۔۔۔۔۔ظہر کی نماز کے بعد اوگی بازار کے عقب میں وسیع میدان میں ہزاروں اشک بار آنکھوں نے نماز جنازہ کی سعادت حاصل کی، اتنا سکون، ادب، رعب اور رحمتوں کی برسات اس سے پہلے کسی جنازہ میں نہ دیکھی تھیں۔۔۔۔۔چہرۂ مبارکہ کی زیارت کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی کیونکہ ایسا روشن، تابناک، پُرسکون، پُرعزم نورانی چہرہ کسی میت کا کبھی نہ دیکھا تھا۔

الغرض آپ کی بستی ''عزیز آباد'' کے مختصر سے قبرستان میں آپ کو سسکیوں، آنسوؤں،

دعاؤں، التجاؤں، امیدوں اور تمناؤں کے نذرانے کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔۔۔۔ایسی جدائی جس کی انتہا قیامت کو ہوگی۔۔۔۔۔نہ جانے قیامت کب آئے گی؟

پھر تو واپس ہی آنا تھا، لہٰذا سنگی اپنے اپنے طور پر گھروں کو واپس آ گئے۔۔۔۔۔ایک ایسی ''بہار'' کو الوداع کر کے جس کو بہاریں بھی ترسیں گی، ایک ایسی ہستی کو الوداع کر کے جیسی مدتوں بعد ہستیاں پیدا ہوا کرتی ہیں۔۔۔۔۔بلکہ ایسی عظیم الشان ہستیاں تو کم ہی پیدا ہوا کرتی ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بلند درجہ ولی اللہ تھے جو مصیبتوں، تکلیفوں اور نقصاناتِ اموال و اولاد پر ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھنے والے تھے خوف خدا اتنا کہ فرماتے: ''مجھے ڈر ہے کہیں موت سے پہلے مجھ سے یہ ایمان کی دولت نہ چھن جائے اور میں ایمان سے خالی ہو کر نہ مر جاؤں''۔

بھوک کا یہ عالم کہ پہلے دور میں آپ کئی کئی دن بھوکے رہتے، فرماتے ہیں: ایک دفعہ چاول کی فصل کے قریب سے گزر رہا تھا، بھوک سے نڈھال ہو کر گر پڑا، جب ہوش آیا تو فصل میں کھڑا پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ تُو نے پانی تو دے دیا اگر یہ بھی نہ ملتا تو پھر کیا ہوتا۔۔۔۔۔

مال کے نقصانات کی آپ پروا نہ کرتے۔ایسے ہی جب آپ حج پر تشریف لے گئے تو آپ کا سوٹ کیس مع تمام سامان کے گم ہو گیا۔فرماتے ہیں کہ ''میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کو کدھر سنبھالتا پھرتا لہٰذا اطمینان سے خانہ کعبہ شریف میں ہی قیام کرتا تھا، وہیں عبادت بھی کرتا تھا (پھر بعد میں وہ سامان کسی نے مانسہرہ پہنچا دیا تھا)''۔

رشتہ داروں اور بچوں کی موت پر آپ نہایت اطمینان کا مظاہرہ فرماتے۔ایک دفعہ آپ کا بچہ بیمار تھا پھر کچھ دنوں بعد وہ فوت ہو گیا۔فرماتے ہیں: ''میں نے کہا اللہ تیرا شکر ہے، وہ روتا تھا تو میری توجہ تجھ سے ہٹ کر اس بچے کی طرف ہو جاتی تھی، اب تُو نے اپنی امانت واپس لے لی ہے اب میری توجہ صرف تیری طرف ہی رہے گی''۔لہٰذا ہر موقع پر صبر اور شکر فرماتے۔قرآن نے انہی لوگوں کے متعلق فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

اس کے باوجود آپ جب بچوں کے پاس بیٹھتے تو انہیں اتنا لاڈ پیار کرتے کہ بچوں کی طرح لگتے۔۔۔۔۔اجنبی سے اجنبی بچہ آپ سے مانوس ہو جاتا۔عام سطح کے مریدین کے ساتھ آپ اتنی بے تکلفی اور سادگی سے گفتگو فرماتے کہ انہیں کوئی ہچکچاہٹ اور تکلف محسوس نہ ہوتا۔ہر چھوٹا بڑا امیر غریب آپ کے ساتھ آزادی سے گفتگو کرتا اور اپنا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا مسئلہ پیش کرتا اور آپ نہایت تسلی سے اسے مطمئن کرتے۔علماء کے ساتھ آپ کی گفتگو نہایت عالمانہ اور باریک ہوتی۔بڑے سے بڑا عالم آپ کے سامنے بے بس نظر آتا،فقہ حدیث اور تفسیر پر آپ نہایت عالمانہ گفتگو فرماتے۔۔۔۔۔متکبر، چالاک، چالباز لوگوں سے آپ ایسی گفتگو فرماتے کہ وہ آپ کی باتوں میں پھنس کر رہ جاتے اور بالآخر شرمندہ ہوتے، ان کا تکبر ٹوٹ جاتا۔

لالہ جی علیہ الرحمۃ گزشتہ سال سے برابر فرما رہے تھے کہ میری ٹانگوں میں طاقت نہیں ہے(ماہڑے ٹنگاں وچ ساہ نئیں) لہٰذا اس سال میں مروں گا اور بار بار اپنے لیے مغفرت کی دعا کے لیے فرماتے تھے۔ہمیں آپ کی باتوں بلکہ مذاقوں پر یقین تھا لیکن نہ جانے یہ بات ہمارے دل و دماغ سے کیوں سرسری انداز میں گزر جاتی تھی اور ہم سنجیدگی سے اس پر کیوں غور نہ کرتے تھے۔۔۔کاش! اس پر ہم آپ کی زندگی میں بہت غور کرتے اور زیادہ سے زیادہ آپ سے مستفید ہوتے۔افسوس صد افسوس!

تقریباً سترہ (17) سال قبلہ کی صحبت مجھے نصیب رہی (الحمدللہ) لیکن آج یوں محسوس ہوتا ہے جیسے چند لمحے آپ کی صحبت ملی اور زیادہ عمر ضائع کر دی۔

جولائی 1993ء میری، لیاقت اور عبدالقیوم کی آپ سے اوگی شریف میں جو ملاقات

ہوئی اس سے پہلے میں نے ایک خواب دیکھا۔ مجھے خواب میں بہت چاندنی نظر آئی۔ ہر طرف چاندنی نظر آتی ہے لیکن چاند کہیں نظر نہیں آتا۔ اس خواب کے بعد میں نے یہ سمجھا کہ شاید لالہ جی صاحب چاندنی کی طرح اپنی تعلیمات پھیلا کر ہم سے جدا ہو رہے ہیں جس کی یہ خواب پیش گوئی کر رہا ہے، لہٰذا اس خواب کا ذکر میں نے اس ملاقات میں حضرت لالہ جی سے کر دیا۔ آپ خوابوں کی حرف بہ حرف تعبیر بتایا کرتے تھے لیکن اس خواب کو سن کر آپ نے ایسا جواب دیا جو اس وقت مجھے مکمل طور پر سمجھ نہ آیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تجھے فراست ہے؟'' میں نے کہا مجھے معلوم نہیں، فرمانے لگے بس اس کا کچھ ایسا ہی مطلب ہے کوئی فراست کے آثار ہیں''۔ اس کے بعد مجھے یہ خواب بھول گیا۔۔۔ پھر حضرت کے وصال کے کچھ دن بعد آیا۔۔۔۔۔ یقیناً اس خواب میں حضرت لالہ جی صاحب کے وصال کی نمایاں جھلک تھی جسے کسی تعبیر کی ضرورت ہی نہیں تھی شاید اس لیے آپ نے فرمایا تھا کہ تمہیں فراست ہے''۔

اور اس کے بعد ہماری 4۔ نومبر 1993ء بروز جمعرات اوگی شریف میں پہلی حاضری تھی جس میں ''چاند'' نظر نہیں آ رہا تھا لیکن چاندنی خوب تھی۔ بے شک لالہ جی صاحب کا خلا تو پُر نہیں کیا جا سکتا البتہ آپ کے صاحبزادگان اور دوسرے رشتہ دار بھرپور طریقے سے ہمیں خوش آمدید کہتے رہے۔ اسی باریک اور خلوص بھرے انداز میں ہماری خدمت، محفل ذکر و فکر، وعظ و نصیحت کی، کسی حد تک ہمیں پہلا غم بھول گیا۔ اس ملاقات میں مَیں گلزار اور شبیر شامل تھے۔ مغرب کے وقت وہاں پہنچے اور پھر نماز مغرب اسی مسجد میں ادا کرنے کے بعد لالہ جی صاحب کی قبر انور کی زیارت کی۔ رات گئے پھر حاضری دی لیکن بارش کی وجہ سے زیادہ دیر نہ بیٹھ سکے، بہر حال قبر شریف کے پاس بیٹھ کر ذکر کرنے کی لذت بھی بڑی اعلیٰ ہے۔ صبح روانہ ہوتے وقت بھی زیارت قبر کی اور واپس آ گئے۔ رمضان اور بھولو بھی ہمارے ساتھ تھے۔

❁❁❁❁❁

حکایت اور روایت

حکایت و روایت ان محبت آمیز واقعات پر مشتمل حصہ ہے
جو مختلف لوگوں نے بیان کئے یا پھر قلم بند فرمائے۔
قارئین کتاب کو چاہیے کہ ان تحریروں کو مؤلف کے
انشائیے تصور نہ کریں بلکہ جو کچھ جس نے جس طرح
محفوظ کیا اسے اسی صورت میں نذرِ قارئین کر دیا گیا۔

(1) سید ریاض حسین شاہ کے ایک چچا جو کوٹنالی میں رہتے ہیں، کمال کے لوگ ہیں۔ مرشد سے بے پناہ محبت رکھنے والے۔ ہمارے ایک سنگی کی مرغی نے چوزے نکالے۔ ان کی سوچ میں نہ جانے کیا تھا کہ ایک چوزہ لالہ جی کے لیے سنبھال رکھا۔ لالہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگا: یہ چوزہ آپ کے لیے ہے۔ لالہ جی اس غریب شخص سے چوزہ نہ لینا چاہتے تھے لیکن اس کا دل رکھنے کے لیے فرمایا کہ ذرا بڑا ہو لینے دو۔ بعد میں ایک دن چوزوں پر گیدڑ نے حملہ کر دیا اور وہی چوزہ اٹھایا۔ بس کیا تھا ڈنڈا لے کر دوڑے گیدڑ کے پیچھے یہ آواز لگاتے ہوئے کہ ''میرا نئیں آلا لے دا ای'' (یعنی یہ چوزہ لالہ جی کا ہے) اللہ تعالیٰ کی ایسی حکمت کہ گیدڑ چوزہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بعد میں ان صاحب نے لالہ جی کی خدمت میں یہ چوزہ ان کے گھر پیش کیا۔

(2) لالہ جی کے گاؤں میں صرف پانچ یا چھ گھر ہیں۔ جب آپ اور باقی لوگ عزیز آباد اوگی شریف میں آباد ہوئے اور کچے مکانات بنا لیے تو سب کو مسجد بنانے کا خیال آیا اور سخت ضرورت محسوس کی گئی۔ دیہات میں سب لوگ مالی لحاظ سے کمزور تھے اس لیے چند لوگوں نے چندہ مانگنے کی مہم چلائی اور لالہ جی نے انکار فرمایا اور کہا کہ مجھے شرم آتی ہے اللہ تعالیٰ سے۔ سب لوگ کہنے لگے کہ تم نہ مزدوری کرتے ہو مسجد بنانے کے لیے، کیونکہ کمزور اور بیمار ہو اور نہ ہی لوگوں سے چندہ مانگتے ہو۔ لالہ جی خاموش رہے اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! تو ہی بہتر کر۔ دوسرے دن ایک شخص لالہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ سنا ہے کہ آپ اپنے گاؤں میں مسجد بنا رہے ہیں اس لیے یہ رقم میری طرف سے قبول کریں۔ لالہ جی نے یہ یقین کرنے کے بعد کہ کمائی حلال کی ہے رقم لے کر گاؤں والوں کو دی تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ رقم کافی تھی۔

(3) لالہ جی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا حال خراب ہو گیا۔ مجھے سخت پشیمانی ہو رہی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ آج خدا واسطے گناہ کرتا ہوں وہ اس طرح کہ میں گناہ کروں گا تو لوگ مجھے بُرا کہیں گے اس طرح میرے نفس کی اصلاح ہو گی، میں نے یہ ارادہ کیا تو خدا کو بہت خوشی ہوئی۔ خدا نے مجھ پر اپنی رحمت کے خزانے نازل فرمائے اور جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو اس قدر اثر ہوا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مسجد بھاگ کر یا اُڑ کر کعبہ کی طرف جا رہی ہے۔ مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور میں نماز پڑھتے پڑھتے بیٹھ گیا۔

(4) قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کا ذکر فرمایا کہ ان کو مالی پریشانی رہتی ہے اور خرچہ بھی زیادہ ہے۔ میں نے کہا کہ آپ تقریر کرتے ہیں تو لوگوں سے پیسے نہیں لیتے۔ حضرت لالہ جی فرمانے لگے کہ شاہ صاحب ٹھیک نہیں کرتے ان کو پیسے لے لینے چاہییں کیونکہ اگر وہ مطالبہ کریں یا سودا کریں یا اس لالچ میں تقریر کریں تو پھر غلط ہے لیکن جب خود کوئی تحفۃً یا نذرانہ دینا چاہے تو اس کو رد نہیں کرنا چاہیے نہ اس کا وبال ہے، پھر آپ نے بڑی دلچسپ بات فرمائی کہ جب کوئی شخص کسی کو تحفہ یا نذرانہ دیتا ہے تو اسے ثواب ملتا ہے اور اگر تحفہ نہ لیا جائے تو ان کو ثواب سے محروم کر دیا گیا اور ثواب سے محروم کرنا ٹھیک نہیں ہے، پھر فرمانے لگے کہ میں شاہ صاحب کو سمجھاؤں گا۔

(5) لالہ جی فرماتے ہیں کہ شیخ کی مالی اور بدنی خدمت بہت ضروری ہے اور بہت فائدہ مند ہے البتہ شیخ کو لالچ میں نہیں آنا چاہیے بلکہ جو شخص خدمت کرے اور جو نہ کرے دونوں کو برابر (انگلیاں ملا کر) ایک جیسا سمجھنا چاہیے۔ ذرہ برابر ان میں فرق نہ کرے کیونکہ کسی کو توفیق ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی۔ ان کا اخلاص دیکھنا چاہیے اور برابر سلوک کرنا چاہیے۔

(6) دوسرے دوستوں نے پوچھا کہ ہم نوکری کرتے ہیں اور تنخواہ بنک سے ملتی ہے اور بنک سودی کاروبار کرتے ہیں، لہٰذا ہماری روزی حلال کیسے ہو سکتی ہے؟ تو لالہ جی نے فرمایا: ''اس دور میں رزق حلال بہت مشکل ہو گیا ہے۔ پوری دنیا میں سودی نظام ہے لہٰذا رزق حلال

ملنا بہت مشکل ہو گیا ہے بس ایک طریقہ ہے کہ آدمی کھیتی باڑی کرے اور اپنا اناج خود پیدا کرے اور کھائے''۔

(7) آپ نے پھر اپنے واقعات سنائے کہ کیسے کیسے آپ نے مشتبہ چیزوں سے اجتناب کیا؟ گوشت کے متعلق بتایا کہ قصائی گوشت حلال نہیں کرتے لہٰذا میں نے چودہ سال گوشت نہیں کھایا۔۔۔۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک پیر صاحب ادھر ہوتے تھے اور ان کا میرے ساتھ یہ اختلاف تھا کہ وہ کباب کھاتے تھے اور میں کباب نہ کھاتا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے نہ چھیڑیں آپ اپنا کام کریں لیکن وہ نہ مانتے تھے، کہنے لگے کہ تم کباب کو حرام سمجھتے ہو اس لیے نہیں کھاتے لہٰذا مجھے ثابت کر کے دو۔ میں نے کہا کہ میں نے خود دیکھا کہ قصائی عام طور پر آنتیں وغیرہ سب گندمند کباب میں شامل کر دیتے ہیں۔

(8) میں نے مہندی کے متعلق پوچھا کہ اس کا استعمال کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''داڑھی کو لگانا جائز ہے اور اگر کسی بیماری کے علاج کے لیے ہاتھوں پیروں کو لگائی جائے تو جائز ہے اور اگر زینت کے لیے لگائی جائے تو ناجائز ہے اور اصل اس کی یہ ہے کہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو چونکہ عورتوں کی داڑھی نہیں ہوتی لہٰذا داڑھی کو لگانا جائز ہے، ایسے ہی سر پر گرمی وغیرہ دور کرنے کے لیے لگانا جائز ہے''۔

(9) ایک دفعہ ایک کتے کا بچہ نالی میں پڑا تھا۔ آپ نے کسی آدمی کو کچھ پیسے دیے کہ میرے کپڑے ناپاک کرے گا تم اس کو نالی سے نکال دو۔ اس نے کہا کہ یہ نجس چیز ہے پھر اس پر آپ اتنا رحم کیوں کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ نجس ہے لیکن میں اسے اللہ کی مخلوق اور جاندار سمجھ کر اس پر رحم کر رہا ہوں''۔

(10) ایک جعلی پیر آپ کی دکان کے سامنے کھڑا تھا اور بہت سے مرید اس کے گرد جمع تھے۔ اس نے آپ پر رعب ڈالنے کے لیے کہا کہ اللہ! ہمیں سبز کفنی نصیب کرے۔ یہ سن کر

آپ اس کے پاس چلے گئے اور کہنے لگے کہ کیا کہتا ہے پھر سے کہو۔اس نے پھر یہی بات کہی تو آپ نے برجستہ کہا: ''اللہ مجھے فریب کی چادر سے بچائے اور نبی علیہ السلام کا سفید دین نصیب کرے''۔(آمین)

(11) قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ لالہ جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، لالہ جی فرمانے لگے کہ خدا جب کسی پر اپنا فضل کرتا ہے تو اس کو تنگ دست اور مالی لحاظ سے غریب کر دیتا ہے۔شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا میرے پاس اس وقت تین کاریں ہیں مجھ پر خدا کا فضل کیسے ہوگا؟ یہ خیال آیا تو ایک کار کا انجن ختم ہو گیا، ایک چوری ہوگئی اور تیسری کو بھی کچھ نقصان ہوا۔غرض تینوں کاریں ہی ضائع ہوگئیں اور کافی مالی نقصان اٹھانے کے بعد جب غور کیا تو خدا کا شکر کیا کہ اس نے دنیاوی مال لے کر اپنا فضل دے دیا۔دراصل لالہ جی صاحب کا اشارہ ہی اسی طرف تھا کیونکہ لالہ جی کی اکثر باتوں میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

(12) عبدالمنان شاہ صاحب کو قبروں کا کشف حاصل ہے۔ایک دفعہ اوگی گئے اور لالہ جی صاحب سے بیان فرمایا کہ میں ایک قبر کے پاس سے گزرا ہوں جو ایک عورت کی قبر ہے، اس عورت پر اللہ کے بہت ہی انوار برس رہے ہیں اور بڑی رحمت ہے۔جب لالہ جی نے دریافت کیا تو یہ قبر لالہ جی کی پہلی بیوی کی نکلی۔

(13) لالہ جی بازار سے چاول خریدنے گئے تو چند سنگی اور بھی تھے جو آپ کے ساتھ تھے ان میں الفت بھی شامل تھا۔اس نے دکاندار کی اجازت کے بغیر دکان سے ایک روڑی گڑ کی اٹھالی اور کھانے لگا، کچھ دیر بعد لالہ جی کی نظر پڑ گئی آپ نے پوچھا: کہاں سے لائے ہو؟ اس نے بتایا فلاں دکاندار کی بوری سے لیا ہے۔آپ نے کہا کہ یہ گڑ حرام ہے کیونکہ تم نے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لیا ہے۔جلدی جاؤ اور یہ اس دکاندار کو واپس کر دو اور جو کھایا ہے وہ اس

سے بخشواؤ، لہٰذا الفت فوراً اس دکاندار کے پاس پہنچا اور وہ گڑ واپس کرتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ کی اجازت کے بغیر گڑ لے لیا تھا لہٰذا مجھے بخش دیں۔ دکاندار بڑا حیران ہوا کہ اس دور میں بھی اتنے اچھے مسلمان موجود ہیں۔ اس نے وہ گڑ اسے بخش دیا اور اس کے علاوہ اور بھی دیا کہ اب یہ بھی لے جاؤ اور کھاؤ۔

(14) میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بلند مکان پر چڑھا ہوں اور ہلکی بارش بھی ہے اور نیچے اترنے کی گھبراہٹ محسوس کرتا ہوں۔ لالہ جی صاحب نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ بارش رحمت ہے، بلندی حقیقت کی پرواز ہے اور مکان تمہارا قلب ہے اور گھبراہٹ تمہاری عادت ہے کہ بلندی سے گھبراتے ہو۔

(15) فرماتے ہیں ایک اہل حدیث میرے پاس آیا میری توحید کی باتیں سن کر اس نے سمجھا کہ شاید میں بھی اس کا ہم خیال ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ جو شخص بھی علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کفر ہے۔ (یعنی مومن کی فراست کی آنکھ کا قائل نہ تھا) میں نے اسے کہا کہ اچھا تم اپنا منہ دوسری طرف کرلو پھر میں نے اس کے ہاتھ پکڑ کر ان پر زور سے پھونک ماری اور کہا: بتاؤ کیسی محسوس ہوئی؟ اس نے کہا ٹھنڈی، پھر میں نے آہستہ سے پھونک ماری اور پوچھا اب بتاؤ کیسی محسوس ہوئی؟ تو وہ کہنے لگا گرم۔ میں نے کہا کہ کیوں غیب کی باتیں کرتے ہو۔ تم دوسری طرف دیکھ رہے ہو تم نے کب دیکھا ہے کہ گرم پھونک ہے یا ٹھنڈی۔ تو کہنے لگا: میں نے آثار سے محسوس کیا ہے، تو فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مومن بھی تو اللہ تعالیٰ کے نور کی وجہ سے آثار محسوس کرتا ہے اور سرکار کی حدیث بھی یہی ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو۔ (مومن اپنی فراست سے زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزوں کو دیکھتا ہے)۔

❁❁❁❁❁

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں جئے منہ کالے

سرحد پختونوں کی محبت کا امین ہے۔۔۔۔اس کے پربتوں نے بڑے بڑے قیمتی دربائے شہوار کو اپنی آغوش میں پالا ہے۔۔۔۔علماء، ادیب، افاضل، محدثین اور محققین نے ہر دور میں علوم وفنون کی زلفوں میں پیار سے مشاطگی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔۔۔۔!!!

حضرت لالہ جی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مانسہرہ کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے۔۔۔۔ایک شخص آپ کی طرف بڑھا اور نہایت احترام کے ساتھ سلام کیا۔۔۔۔سلام کرنے والا شخص اپنے ساتھیوں کے درمیان رکھ رکھاؤ کے آداب سے عالم معلوم ہو رہا تھا۔ ۔۔۔۔حضرت لالہ جی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا: تم جانتے ہو یہ مولانا کون ہیں؟ خود ہی وضاحت فرمائی اور کہا یہ مولانا غلام غوث ہزاروی ہیں۔۔۔۔غلام غوث ہزاروی کہنے لگے:

''آپ سے ملاقات کا بڑا شوق تھا الحمدللہ سرراہ ہی ملاقات ہوگئی''۔

حضرت لالہ جی فرمانے لگے:

''مولانا صاحب میں کب اس قابل تھا کہ مجھ سے ملا جاتا میں تو اُمّی ہوں ہاں اللہ کے فضل کا منکر نہیں''۔

مولانا ہزاروی نے پشتو کے چند اشعار سنائے اور پھر چل دیے:

کۀ په فضل شی خه غم دے
کۀ په عدل شی ماتم دے
چه لاتقنطوا تکیه دَه
کنم اور ودری تورتم دے

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز سے ان اشعار کا مطلب پوچھا گیا تو آپ فرمانے لگے:

کہ پشتو کے ان اشعار میں خوشحال خان خٹک نے اللہ کے فضل وعنایت پر اُمید رکھنے کی بات کی ہے، وہ کہتا ہے کہ خدا کا اگر فضل ہو تو پھر کیا غم ہے، ماتم تو عدل کی بات میں ہے، تاریکیوں میں گناہگاروں کا بھرم لاتقنطوا پر قائم ہے۔

لالہ جی علیہ الرحمتہ کے ساتھیوں میں میر پور کے رہنے والے ایک شخص نے غالباً اس کا نام عبدالحمید تھا، ترنم سے میاں صاحب کھڑی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں جئے منہ کالے

دردناک لہجے میں حضرت لالہ جی نے میاں صاحب کا کلام سنا تو اشکوں کے دیپ پلکوں پر جلنے لگ گئے۔ ساتھیوں کو نصیحت فرمائی:

''عظمت ساری چھوٹا ہونے میں ہے۔ کثرت ساری قلت میں ہے۔ وجود سارا شہود میں ہے۔ قال سارا حال میں ہے۔ نام سارا بے نام ہونے میں ہے۔ شہرت ساری کسی میں گم ہو جانے میں ہے اور ظاہر سارا باطن میں ہے اور باطن کسی کا تخت ہے اس کو اجلا رکھو۔ اس میں کسی کو نہ آنے دو اور اس میں کوئی آ جائے تو اس کو جانے نہ دو اور جب کوئی اس کا حامی ہو جائے تو اس کی حمایت کا حصار توڑو نہ۔ مزا اسی میں ہے کہ وہ تمہارا اور تم اس کے بن کر رہو۔۔۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔۔۔

سوال صرف اس کے فضل کا کرو، اس کا فضل ہی اس کی طرف جانے والی راہ ہے اور اس کا فضل ہی خوبی اور کمال کی منزل ہے''۔

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمئ محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

❁❁❁❁❁

ہے آدمی بجائے خود اِک محشرِ خیال

ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

زندگی کا تعلق بدن سے ایسے ہی ہے جیسے خوشبو کا تعلق گلابوں سے ہوتا ہے۔ یہ کبھی پھول بن کر روح کے آنگن میں کھلتی ہے اور کبھی سورج بن کر ذہن کے اُفق پر چمکتی ہے۔ کبھی ہوا بن کر عرصہ اوقات میں نشاط بانٹتی ہے اور کبھی زلزلہ بن کر وجود بدن کو لرزا دیتی ہے۔ انسان ایک لمحہ کے لیے بھی بے حس اور بے شعور نہیں رہ سکتا۔ دل اور دماغ میں واہموں، سوچوں اور خیالوں کی برسات جاری رہتی ہے، یہاں تک کہ سوتے ہوئے بھی بدن کے اندر زندگی جاگتی رہتی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ سوئے بدن میں جاگتی زندگی جب کچھ سوچے، دیکھے، محسوس کرے تو اسے ہم خواب کہہ دیتے ہیں، خوابوں پر خوابیں دیکھنے والے کا اثر بڑا گہرا ہوتا ہے۔ جھوٹے لوگوں کی باتیں جس طرح جھوٹی ہوتی ہیں ایسے ہی ان کی خوابیں بھی جھوٹی ہوتی ہیں اور سچے لوگوں کی باتیں جس طرح سچی ہوتی ہیں ان کی خوابیں بھی سچی ہوتی ہیں۔

وہ لوگ جن کا تعلق و ربط ملکوتی ہوتا ہے ان کی خوابیں بھی ملکوتی اور لاہوتی ہوتی ہیں، اسی لیے انبیاء علیہم السلام کے خوابوں کو وحی کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اولیائے کرام کے خوابوں میں صدق کی خوشبو سونگھی جا سکتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رویائے صادقہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے۔

ہے آدمی بجائے خود اِک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز اپنی عمومی زندگی میں خواب و خیال پر کم ہی یقین رکھتے تھے۔ آپ پائیدار، ٹھوس، مستحکم اور دیرپا قدروں کے پاسبان تھے، اس لیے آپ کی زبان اور آپ کے عمل میں ہمیشہ قرآن و سنت کا نور شامل رہتا تھا، تاہم پھر بھی مخصوص حلقوں میں آپ

خوابوں کی تعبیر بھی ارشاد فرما دیتے اور بعض اوقات اپنی خوابیں بیان بھی فرما دیا کرتے تھے۔

ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی: بندہ نواز مجھے آقائے نامدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتدا میں اللہ تعالیٰ نے نماز نصیب فرمائی لیکن دو رکعت آپ کے ساتھ پڑھیں اور دو اٹھ کر خود پڑھ کر نماز مکمل کی لیکن دورانِ نماز محسوس کیا کہ میں چوتھی صف میں ہوں اور تیسری صف میں آپ نماز ادا فرما رہے ہیں۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز ارشاد فرمانے لگے: ''اس خواب کا تعلق میرے ساتھ نہیں ہے بلکہ تمہارے اپنے ساتھ ہے۔ تمہارے فنائے نفس کے مراحل طے ہو رہے ہیں۔ اگر تم نماز ساتھ ہی ختم کر دیتے تو مجذوب ہونے کا اندیشہ تھا، نماز کا اٹھ کر مکمل کرنا لگتا ہے اللہ تعالیٰ تم سے کوئی دین کا کام لے گا لیکن جیسے وہاں نماز پوری کی ہے شریعت مطہرہ کا ہمیشہ خیال رکھنا''۔

بے صدا ساز وجد آفریں بن گیا
ان کی رحمت بلالی اذاں بن گئی
حق کی عظمت کا زندہ نشاں بن گئی
تو نے جو بات کی داستاں بن گئی

ایک بار ایک سائل نے عرض کی لالہ جی سرکار!

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے بات کاٹ دی اور فرمایا:

''سرکار بس ایک ہی ذات ہے'' ''مجھے سرکار نہ کہو'' شفقت سے پھر خود ہی فرمایا:

''پوچھو! تم کیا پوچھنا چاہتے تھے۔۔۔۔؟''

سائل نے کہا:

''آپ کو خواب میں کتنی بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔۔۔۔''

لالہ جی صاحب نے خوش طبعی فرمائی اور فرمایا:

''کیا میں نے تمہارے پاس حاضری لگوانی ہے۔۔۔۔۔ جاؤ اپنا کام کرو''۔

یہ الفاظ ارشاد فرماتے ہی لب لعلیں سے رقص کناں یہ لفظ جیسے پھسل کر نکل گئے ہوں۔
"جاگ کر دیکھنا سو کر دیکھنے سے افضل ہے"۔
پھر عنوان بدل لیا جیسے سمندر بہ حباب اندر اور آپ فرما رہے ہوں:

مدتے از باغ حسنش لالہ و گل چیدہ ام
دامن خوش رنگ را رشک گلستان کردہ ام
عاشقانِ شاہ را آوردہ ام در وجد و حال
گفتگوی دلبری باختہ جاناں کردہ ام

ایک ساتھی نے عرض کی بندہ نواز! ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہے اور میں اس کے پاؤں پکڑ کر ہوا میں اڑ رہا ہوں۔ اسی عالم میں وہ مجھے حرم مبارک میں لے جاتا ہے۔ میں طواف کعبہ کر رہا ہوتا ہوں کہ وہ پھر اڑنے کا ارادہ کرتا ہے۔ میں اسے پکڑ کر اس کا پتہ پوچھتا ہوں تم کون ہو تو وہ اپنا نام اور گاؤں بھی بتا دیتا ہے۔۔۔۔۔

لالہ جی قدس سرہ العزیز نے بات کاٹ دی اور فرمایا:
"وہ کوئی ولی اللہ نہیں تھا تمہارا اپنا ہی نفس تھا، یہ بھی بڑی عجیب چیز ہے بگڑ جائے تو شیطان بھی اسے دیکھ کر شرما جاتا ہے اور بن جائے تو ملائکہ بھی اس پر رشک کرتے ہیں"۔
ایک مرتبہ خود ہی ارشاد فرمایا:
"ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کھلا میدان ہے، چاندنی کی طرز کا نور چار سو پھیلا ہوا ہے، سبز گھاس جیسے شبنم میں نہائی ہو، متنوع پھولوں کی کیاریاں اس میدان کو سجائے ہوئے ہیں، شرق تا غرب کوئی فرد نظر نہیں آتا، دفعتہً میری نظر ایک عورت پر پڑتی ہے، میں نے قریب ہو کر دیکھا تو میری پہلی بیوی ہے اور مجھے کہہ رہی ہے: "اداس نہ ہو دیکھو یہ نظارے سب تمہاری قبر کی زندگی میں ہوں گے۔ اگر تم نہ ہوتے تو آج میں بھی یہاں نہ ہوتی"۔

لالہ جی صاحب نے فرمایا:

''میں نے اسے سمجھایا یہ سب کچھ میری وجہ سے نہیں، اللہ کے فضل سے ہے اور وہ ذکر جو بابا جی نے ہمیں تلقین کیا تھا، اس کی برکات ہیں''۔

لالہ جی قدس سرہ العزیز نے گفتگو کا رُخ تھوڑی دیر کے لیے ایک دوسرے عنوان کی طرف پھیر دیا اور فرمایا:

''ولی وہ ہوتا ہے جو ہمہ دم مشاہدۂ حق میں محو رہے۔ وہ اپنے حال کی خبر کسی کو نہ دے۔ اُمید اور خوف دونوں سے بے نیاز ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کرے، رضا کی خوشبو، تقویٰ کے اُجالوں، شکر کی چاندنی، ذکر کی مستی اور موافقت کے باغ میں رہے، ''غیر اللہ'' کی صحبت میں اسے قرار نہ رہے اور اوامر و نواہی کا خیال رکھے۔ اس کا ظاہر اور باطن ایک ہو، رزق حلال کی جستجو رکھے، اپنے آپ کو شہید صبر و وفا بنا لے، ایسے شخص کا سونا اور جاگنا برابر ہوتا ہے، وہ کھلی آنکھوں کی نسبت بند آنکھوں سے زیادہ دیکھتا ہے۔ اس کی گفتار، اس کا کردار، اس کی خوابیں، اس کے مراقبے سب ہدایت ربانی کے امیں ہوتے ہیں۔ ایسے ہی شخص کی خدمت، غلامی، دوستی، تعلقِ قلبی اور ارتباطِ روحانی کامیابیوں کا امیں ہوتا ہے''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کا جوڑ جوڑ اور بند بند جیسے محبت میں ڈوب گیا ہو۔ آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اف وہ دو تین آدمیوں کا یکجا مل کر ذکر کرنا۔۔۔ لگ رہا تھا جیسے جنت کا رنگ و روغن آج زمین پر بکھیر دیا گیا ہے۔ سانسوں کے کشکول نور الٰہی کے کٹور بھر رہے تھے۔ خوشیاں زمین تا فلک فضا میں بکھر رہی تھیں جیسے اندر کے انسان سب انسانوں کو آواز مار رہے ہوں۔

بیا ساقی نوائے مرغ زار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد نگار آمد قرار آمد

❋❋❋❋❋

بہ کنج ستم چوں شود گربہ تنگ
بر آرد بیک جست چشم پلنگ

نگار وطن کے مسائل سے کون واقف نہیں۔ چار دہائیاں سال گزر گئے۔ بخت غریباں مسلسل جل رہا ہے۔ کوئے نگار میں چلنے والے محبت کے سبھی دعویدار ملک وملت کو اس طرح لوٹ رہے ہیں جیسے دیہاتیوں کو مفت کی جلیبیاں کھانے میں مل گئی ہوں۔ خلوص اور بصیرت عنقا ہوتی جارہی ہے۔ اہل وطن کی حرماں نصیبیاں دن بدن بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں۔ اہل سیاست کا مقصد صرف نخل و زارت وخزانہ سے ثمر چینی ہے۔ اغیار نے اس کشور ناز کو تاراج کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ اقتدار کے چھتنار تلے عیاشیوں کے مار وحب وعقیدت کی نازک کلیوں کو بری طرح مسل رہے ہیں۔ ایسے میں کچھ لوگ یہ فکر رکھتے ہیں کہ ارض وطن کنیز حرم بن جائے۔ اس میں اسلام وشریعت اور دین وعقیدت کے چراغ روشنیاں بانٹیں۔ یہاں یزیدیت دم توڑ جائے اور حسینیت رنگ بکھیرے۔۔۔۔!!!

خیابان سرسید کی بات ہے ''ادارہ تعلیمات اسلامیہ'' کی عمارت ابھی بنی نہیں تھی۔ سرما کی ایک یخ بستہ رات میں سید ریاض حسین شاہ اپنے چند طلبہ ساتھیوں کے ساتھ تنکے، لکڑیاں اور خشک گھاس اکٹھی کر کے آگ روشن کر رہے تھے۔ لکڑیوں اور گھاس کے ڈھیر سے نکلنے والی ہلکی ہلکی لویں تیز آگ میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ آصف پراچہ بادام چھیل چھیل کر اپنے استاذ کو پیش کر رہا تھا۔ مسئلہ مسائل، بحث تمحیص، ردوتکرار پورے زور وشور سے جاری تھی کہ صاحبزادہ اکرم شاہ تشریف لائے اور فرمایا: ''مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی اور پیر برکات شاہ کا حکم ہے کہ آپ حلقہ 39 سے نظام مصطفیٰ کے لیے انتخاب لڑیں۔۔۔۔!!!'' سید ریاض نے کہا کہ ابھی تو کسی سے مشورہ بھی نہیں کر سکا، میں عجلت میں اتنا بھاری اور اہم فیصلہ نہیں کر سکتا۔۔۔۔!!!

بعد میں قائدین اہل سنت نے زور وتکرار سے انتخاب میں حصہ لینے پر اسے آمادہ کر لیا۔

''انتخابات'' میں مصروفیات نے اس شدت سے گھیر لیا کہ حضرت لالہ جی سے باقاعدہ اجازت طلبی

کے لیے حاضری نہ ہو سکی۔۔۔۔۔اسی دوران حضرت مفتی صاحب آف راجڑ شریف کی خدمت میں حاضری ہوئی۔آپ نے فرمایا: ''شاہ جی آپ انتخاب نہیں جیت سکتے۔میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ جان کائنات کے دوشِ مبارک پر سر رکھ کر ''اٰتِنَا فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً'' پڑھ رہے ہیں اور میں پوچھتا ہوں دعا کا پہلا حصہ آپ کیوں نہیں پڑھتے تو مجھے اشارۃً بتایا جاتا ہے کہ اس کی ساری کوششیں آخرت کے لیے ہیں۔۔۔۔۔''میرے نزدیک اس کی تعبیر یہی ہے کہ انتخاب دنیوی اعتبار سے باعث خسران ہوں گے۔۔۔۔۔''حضرت مفتی والا شان کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی اور انتخاب میں ایک سرخا جیت گیا۔۔۔۔۔مسلم لیگ والوں نے حسبِ معمول الزامات اور سازشوں کے تیر پھینکنے شروع کیے۔۔۔۔۔سادات کی تاریخی عادات کا تسلسل سید ریاض حسین شاہ نے قائم رکھا۔

ایک انتخاب اور گزر گیا۔۔۔۔۔اس بار دوستوں نے شبلی کی راہ اپنائی۔بڑے بڑے دین و شریعت کے دعویدار بھی کلمۂ حق سے پھر گئے۔۔۔۔۔مداریوں کی پٹاریاں انہیں پسند آ گئیں۔کچھ ذکر کرنے والے ساتھیوں کے سینے پر پیپلز پارٹی کے جھنڈے دیکھے گئے۔۔۔۔۔تصوف کے بڑے بڑے آستانوں اور خانقاہوں نے دین و شریعت پر مسلم لیگ کی سائیکل کو ترجیح دی اور شیخ رشید احمد اور اعجاز الحق کے وجود میں تسکین و راحت محسوس کرنے لگے۔علمائے دیوبند میں سے سمیع الحق کی پارٹی، سوشل اسلام اور مولوی فضل الرحمٰن کی پارٹی لبرل اسلام کے حوالے سے مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے آنگن میں جا اُتری۔۔۔۔۔یہاں تک کہ بیشتر علمائے اہل سنت نے سید ریاض حسین شاہ کو خود انتخاب پر آمادہ کیا لیکن ساتھ اعجاز الحق کا دیا۔جماعت اسلامی نے یزیدیت اپنائی اور ان کے دو پالتوؤں حسین احمد اور محمد حنیف نے سید زادے کو خوب گالیاں بکیں۔۔۔۔۔سید ریاض حسین شاہ نے بصد ناز کربلائے راولپنڈی میں زخم کھائے۔بعض ناخلف پڑھنے والوں نے بھی چند کوڑیوں کی خاطر شمر لعین کا شیوہ اپنایا۔نتیجۃً سید ریاض حسین شاہ انتخاب ہار گئے اور معروضی نتائج نے اس بار خوب ستم ڈھایا۔۔۔۔۔حضرت لالہ جی نے سید ریاض حسین شاہ کو بلا بھیجا۔۔۔حاضری ہوئی تو حضرت کو نہایت رنج و ملال سے دو چار پایا۔آپ فرمانے لگے:

''شاہ جی''

''مجھے کبھی اپنے ناسوت نے بھی تنگ نہیں کیا لیکن تم نے بہت پریشان کیا ہے۔ اگر تم پہلے آ کر مجھ سے اجازت طلب کرتے تو میں ہرگز تمہیں انتخاب میں حصہ لینے کی اجازت نہ دیتا۔ مجھے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ تم سے محبت ہے۔ تم تکلیف میں ہو تو مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ لوگ آج کل شریعت نہیں چاہتے، بدعتوں کے سائے میں پیدا ہونے والے قرآن کو کیسے پسند کر سکتے ہیں ۔۔۔۔۔ لوگ تمہیں قطب سمجھتے تھے لیکن اب گالیاں دیتے ہیں۔ تمہاری شخصیت کا خوبصورت آئینہ ٹوٹنے سے ہو سکتا ہے تمہارے نفس کو فائدہ پہنچا ہو لیکن بے شمار لوگوں کا دینی نقصان ہوا ہے پھر تمہارے انتخاب پر تمہاری والدہ بھی اتنی خوش نہیں تھی، تمہیں اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے محفوظ ہو کر زندگی گزارنا ہے۔۔۔۔۔''

سید ریاض نے ہچکیوں کے ہجوم میں عرض کی:

''حضور کوئی ایسا طریقہ ہے جس سے آپ کی طبیعت کا ملال دور ہو جائے۔ میں نے تو بزعم خود جو کچھ کیا ہے، نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے کیا ہے اور میں اپنی ذات کو نظام شریعت کے سامنے بے وقعت سمجھتا ہوں۔ اگر شریعت محفوظ نہیں ہے تو لوگ مجھے ولی بھی سمجھیں تو کیا فائدہ میں تو بس اتمام حجت کر رہا تھا۔

به کنج ستم چوں شود گربه تنگ
برآرد بیک جست چشم پلنگ

حضرت لالہ جی! میرا سرمایہ فکر و عمل آپ کی ذات ہے، اگر آپ حکم دیں تو میں پنڈی سے ہجرت کر جاتا ہوں، انتخاب تو ایک چھوٹی سی بات ہے۔۔۔۔۔ نہایت پریشانی کے عالم میں فرمایا: ''چلو چھوڑو میں توجہ دیتا ہوں ذکر کرو''۔ پھر سید ریاض حسین شاہ کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیے اور تقریباً ساڑھے چار گھنٹے محفل ذکر جاری رہی۔ اختتام پر فرمایا: ''جیسے پہلے تھے انشاء اللہ ویسے ہی ہو، ساتھیوں سے محبت کم نہ کرنا، جو مخالف ہیں ان کے ساتھ بھی شفقت سے پیش آنا، ذکر کی

محفل جاری رکھنا۔'' حسب معمول مسکرائے اور اجازت مرحمت فرمادی۔۔۔۔۔کیچڑ ہونے کی وجہ سے گاڑی گھر سے تقریباً پون کلومیٹر کے فاصلے پر کھڑی تھی۔سید ریاض حسین شاہ وہاں پہنچا تو پیچھے سے صاحبزادہ صاحب نے آواز دی آپ ٹھہر جائیں لالہ جی تشریف لا رہے ہیں۔حضرت نے گاڑی کے پاس آ کر سید ریاض حسین شاہ کو سینے سے لگالیا اور فرمایا:''میں بہت بے چین ہو گیا ہوں۔حد درجہ پریشانی بڑھ گئی۔ایسے لگتا ہے تمہاری طبیعت بوجھل ہے۔یادرکھو! پیر اور ماں بھی اگر تُو کر کے نہ بلائیں تو انسان کی شخصیت نامکمل رہتی ہے۔۔۔۔۔'' سید ریاض حسین شاہ قدموں میں گر گیا۔حضرت نے اس کی داڑھی پر لگا ہوا کیچڑ اپنے ہاتھ سے صاف کیا اور طہارت کی سند دی۔۔۔۔۔

تھوڑا عرصہ گزرا تو ایک اور انتخاب آ گیا۔اس مرتبہ سید ریاض حسین شاہ انتخابات سے کنارہ کش رہا۔۔۔۔یہ انتخابات اس دن ہو رہے تھے جب حضرت لالہ جی دنیا سے رخصت ہو رہے تھے ۔۔۔۔آپ نے وصال سے 15 دن پہلے عبداللطیف اور ایک دو اور ساتھیوں کے ذریعے سید ریاض کو پیغام بھیجا۔شاہ جی تم آزاد ہو، انتخاب لڑ سکتے ہو۔جس چیز میں دینی فائدہ سمجھو وہ ضرور کرو، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں لیکن میرے سلسلے اور طریقت کو کمزور نہ کرنا۔تمہارے پاس شرق وغرب سے لوگ آئیں گے، انہیں پیار دینا، خدا پرستی دینا، محبت دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع پر کاربند کرنے کی کوشش کرنا۔اس بار کے انتخاب کے بعد میری پابندیاں تم سے ہٹائی جا رہی ہیں۔۔۔۔۔

حضرت قدس سرہ العزیز جیسے اپنے وصال کی گھڑیوں کا خود مشاہدہ فرما رہے تھے۔۔۔۔۔

اب کہ ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
ڈھونڈ اُجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں

❋❋❋❋❋

طلب بے چون و مطلب ہیچ گونہ

نہ آں را شبہ و نہ ایں را نمونہ

حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ(1):

''اگر عبادت میں تمہاری پیٹھ کبڑی ہو جائے اور ریاضت میں تمہارا جسم کمان کے چلے کی طرح باریک ہو جائے تو جلال خداوندی کی قسم تم ہرگز مقصود تک نہ پہنچ سکو گے جب تک کہ اپنے لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ رکھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کی پیروی نہ کرو''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی زندگی مذکورہ صدر دو اصولوں کی روشنی میں نہایت پاکیزہ اور شفاف دکھائی دیتی تھی۔ رزق حلال کی جستجو نہ کرنے والوں کو آپ ''نکما اور نکھٹو'' تصور فرماتے تھے۔ آپ نے بذات خود اس اہم عبادت کے لیے مزدوری کی، بکریوں کا کاروبار کیا، کپڑے کی تجارت فرمائی۔ پہلے بٹل میں دکان چلاتے رہے پھر اوگی تشریف فرما ہوئے اور ''پنسار'' کا کام شروع فرما دیا۔ ایک مرتبہ ایک ساتھی نے اجازت چاہی کہ جنگل میں وہ یکسو ہو کر عبادت کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔ حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ نے اس سے نہایت بلیغ لہجے میں ارشاد فرمایا:

''عبادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کا نام ہے۔ ذکر میں اصالتہً یکسوئی مقصود نہیں، کوشش مطلوب ہے۔ رزق حلال کے لیے محنت کرنا تمام نبیوں کی سنت ہے۔ وہ لوگ جو محنت نہیں کر سکتے، وہ معاوضہ لیے بغیر دین کا کام بھی نہیں کر سکتے۔ جنگلوں میں چلا جانا حیوانات کا کام ہے۔ جاننا چاہیے کہ جمادات اور نباتات کو اپنی اپنی عبادت میں یکسوئی زیادہ حاصل ہے لیکن وہ مسلمان عابد کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے کہ یہ اشرف المخلوقات ہے۔ ان کے طرزِ زندگی میں انقطاع مع الاشغال ہے اور اشغال مع الانقطاع ہے اور ہر دو کی نسبت اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے۔ یکسوئی سے کونے میں چمٹ جانے سے پریشانی میں نماز کے اندر کھڑا ہو جانا زیادہ بہتر ہے۔۔۔۔۔''

محفل میں بیٹھے ایک سائل نے عرض کیا:

''حضرت ہمارے شہر کراچی میں ایک صاحب ہیں، ان کا کہنا ہے کہ نماز حقیقی ہونی چاہیے۔جن لوگوں کو حقیقی نماز حاصل ہوجاتی ہے، انہیں ان خالی خولی نمازوں کی ضرورت نہیں رہتی''۔

حضرت والا شان کے لہجے میں برہمی آ گئی، آنکھیں سرخ ہوگئیں اور نہایت تیز انداز میں ارشاد فرمایا:

''حقیقی نمازیں وہ ہی ہیں جو حضور کی سنت اور طریقہ کے مطابق ہوں۔آپ زندگی کی آخری سانس تک نماز قائم فرماتے رہے، جب آپ نے نماز ترک نہ فرمائی تو دین جاہل صوفیوں کی میراث تھوڑی ہی ہے وہ تو نبی کا ورثہ ہے، ایسا سوچنے سے تو قرآن مجید کی پانچ سو آیات معطل ہوجائیں گی اور یہ الحاد اور بے دینی کی راہ ہے۔شریعت مطہرہ پر اعتقاد کامل کے بغیر رضا و معرفت کی دنیا میں ایک قدم بھی نہیں چلا جا سکتا''۔

یہ ارشاد فرماتے ہی آپ کی حالت بدل گئی، عمامہ پریشان ہو کر گلے میں اُترا۔اس کے دونوں پلو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیے۔ چہرہ مبارک شکستہ ہوگیا۔آپ فرمانے لگے:

''پیٹ میں لقمہ حلال ہو، بدن پر کپڑا پاک ہو، شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن مضبوطی سے تھاما ہوا ہو اور ذکر، ذکر اور ذکر زندگی بن جائے۔۔۔۔

تو صاحبو! اس راہ میں اللہ تعالیٰ وہ فیوضات، انوار اور اسرار عطا فرماتا ہے کہ دریا سیاہی بن جائیں تو لکھنے سے عاجز آ جائیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ طلب ان باتوں سے بہت دُور ہوتی ہے''۔

طلب بے چون و مطلب ہیچ گونہ
نہ آں را شبہ و نہ ایں را نمونہ

❁❁❁❁❁

1۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ: محمد نور بخش توکلی

وہ بھی کیا جینا ہے جو ہو اپنے جی کے واسطے
ہے وہی زندہ جو مرتا ہے کسی کے واسطے

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی زندگی ''یادِ الٰہی'' کی چاندنی میں اتنی ڈوبی ہوئی تھی کہ کسی دوسرے اشغال کی تاریکی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ کو اگر پتہ چل جاتا کہ ان کا کوئی ساتھی کسی ''جنتر منتر'' یا ''اگڑم بگڑم'' کے گھیرے میں آ رہا ہے تو خود ہی کرم فرماتے اور غفلت بھری زندگی میں سچی یادوں کے آفتاب اُبھر آتے۔ آپ کو کسی سنگی نے کہہ دیا کہ فلاں صاحب ''حلقۂ ارادت'' میں ہونے کے باوجود ''کتابیں لکھتے رہتے ہیں'' کہیں ایسے نہ ہو ''ذکر اللہ'' سے ان کا ارتباط کمزور ہو جائے۔

آپ نے پیغام دے بھیجا:

''اسے کہہ دینا ہم اس کے ہاں راولپنڈی آ رہے ہیں''۔

آپ نے آنے کی اطلاع کیا بھیجی سنگیوں کے گھروں میں آتشِ انتظار بھڑک اٹھی۔

غلغلہ ہے جو ان کے آنے کا
رنگ دیکھو غریب خانے کا
روح کو آئینہ دکھاتے ہیں
در و دیوار مسکراتے ہیں
سوز قلب کلیم آنکھوں میں
اشک اُمید و بیم آنکھوں میں
چشم برراہِ شوق کے مارے
چاند کے انتظار میں تارے

ٹینچ بھاٹہ میں حاجی محمد یوسف جدون کا ایک وسیع اور دو منزلہ مکان تھا۔ اس مکان کی بالائی

منزل میں مسجد المینار کا خطیب رہتا تھا۔ حضرت والا شان وہاں تشریف فرما ہوئے۔ خطیب واجب تادیب نے قدموں سے لپٹ کر قرار جاں چاہا۔ حضرت قدس سرہ العزیز نے اسے اپنے پہلو میں لے لیا اور پلنگ پر تشریف فرما ہو گئے۔

پھر نہ کچھ دیکھا بجز یک شعلہ پر پیچ و تاب
شمع تک تو ہم نے بھی دیکھا کہ پروانہ گیا

حضرت قدس سرہ العزیز آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ چائے بھی پیے جا رہے تھے اور ایک ہاتھ سے اپنی عینک کی تال بھی صاف فرما رہے تھے اور ساتھ ہی پوچھ رہے تھے:

''مولانا صاحب! کیا لکھنا شروع کر دیا۔ کتابیں تو حجاب اکبر ہے۔ اگر لکھنے والے یہ سوچیں کہ تاریخ انہیں یاد رکھے گی تو بھی نیت ناقص ہے۔ اگر خیال شہرت کا ہو تو بھی منزل خام ہے اور ہر دو صورتوں میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگ تو اخبار بھی نہیں پڑھتے تھے۔ غافل کے لیے غفلت ممکن ہے لذت ہو لیکن ذاکر کے لیے غفلت موت ہے۔۔۔۔۔ تم کس وادی میں کھوئے جا رہے ہو، کیا اللہ کا ذکر کافی نہیں۔۔۔۔۔ خود ہی فرمایا: اچھا تو بوقت سحر تم لکھنا میں دیکھوں گا، تمہیں لکھنا چاہیے یا نہیں۔۔۔۔۔''

ملا جو موقع تو روک دوں گا جلال روز حساب تیرا
لکھوں گا رحمت کا وہ قصیدہ کہ ہنس پڑے گا عتاب تیرا

سحر ہوئی اور چند تڑپتے سجدے زمین کی گود میں ڈالے اور ساتھ ہی خطیب نے قلم لیا اور چند حروف کاغذ کی نذر کیے۔

حضرت والا صفات نے ارشاد فرمایا رہنے دو اور سنو:

''لکھو، لکھنا برا نہیں ہوتا، بولو بولنا برا نہیں ہوتا۔ خام خواہشیں اور فاسد نیتیں لکھنے

اور بولنے دونوں کو عبث کر دیتی ہیں۔ حال کا خاص خیال رکھنا جب بوجھ محسوس ہو تو ہرگز نہ لکھنا، باخدا اور بانشاط طبیعت اور حال ہی کا ثمر اچھے لفظ ہو سکتے ہیں۔ ایسی تحریریں باقی ہوتی ہیں۔ باقی سب کچھ فانی ہوتا ہے''۔

غریب نواز!

خطیب نے کہا:

تفسیر کا کام کرنا چاہتا ہوں دعا فرما دیں۔

''فرمایا:''

''کسی پر طعنہ زنی نہ کرنا جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے۔ اگر تم کسی کی غیبت کرو گے نہیں کوئی تمہاری غیبت نہیں کرے گا۔ اگر تم کسی کی بُری بات سنو گے نہیں کوئی تمہاری بُری بات سنے گا نہیں۔ تم اگر کسی کے خلاف لکھو گے نہیں کوئی تمہارے خلاف لکھے گا نہیں۔۔۔۔ اچھا تو میں دُعا کرتا ہوں اللہ آپ سے اتنا کام لے جتنا تمہارے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بہتر ہو''۔

حضرت قدس سرہ العزیز نے کچھ دن قیام فرمایا اور پھر اوگی تشریف لے گئے۔

الوداع کرنے والے بس نقوش پا کے بوسے لیتے ہی رہ گئے۔

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
ارے ارے می کنم باخلق و عالم کار نیست

❁❁❁❁❁

تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدۂ عبرت کہ گل
ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

''راہ حق میں مجھ پر ایسے امور منکشف ہوئے جن کا احاطہ میرے لیے ممکن نہیں البتہ میرا یہ یقین ایمان بن گیا ہے کہ صوفیاؒ ہی کا گروہ وہ گروہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے راستے پر گامزن ہے۔ان کی سیرتیں تمام لوگوں کی سیرتوں سے بہتر ہیں اوران کے اخلاق سب سے زیادہ خوبصورت ہیں بلکہ اگر تمام عقل مندوں کی عقل اور حکماء کی حکمت اور علماء کے علم کو جمع کیا جائے تاکہ صوفیاؒ کی سیرت و اخلاق میں کوئی تبدیلی پیدا کی جاسکے اوران کے طرزِ اخلاق اور حسن سیرت کے مقابلے میں کوئی نمونہ پیش کیا جائے تو یہ بات ناممکن ہوگی اس لیے کہ ان کے ظاہر و باطن سے صادر ہونے والی ہر شے نور نبوت سے ماخوذ ہے اور نور نبوت سے بہتر کوئی اور نور نہیں جس سے کسب فیض کیا جائے۔۔۔۔''

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز اکابر صوفیاؒ کے نقش قدم پر چلنے والے بندۂ خدا تھے۔وہ جب طلب کی راہوں پر نکلے تھے ان کی ملاقاتیں جید جید علماء سے ہوئی تھیں لیکن ان کا دل صرف اہل اللہ سے متاثر تھا لیکن وہ تصوف کو بھی رسوم و قیود سے ماوریٰ تصور فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''محبت جب دل میں ہو اور دل عمل میں ہو تو یہ تصوف ہوتا ہے اور جب ساری محبت دل سے نکل کر زبان میں آجائے اور سارا عمل صرف لبوں سے ٹپکنے لگ جائے تو یہ مشق ہوتی ہے اور فن اور ہر مشق اور ہر فن نفس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے روح کی نہیں''۔

ایک دوسرے وقت آپ نے اپنے دور کے مسلمانوں کا تجزیہ فرمایا:

''بعض لوگ وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کی بدعملیوں کو دیکھ کر دلیل پکڑ لیتے ہیں، دیکھیں جی فلاں عالم نماز کا پابند نہیں، فلاں شخص حرام کا ارتکاب کرتا ہے، فلاں مومن سود خور ہے۔ اگر ہم غلط ہیں تو کوئی بات نہیں۔ اگر اور لوگوں کے پہاڑ جیسے گناہ معاف ہو گئے تو ہمارے گناہ ضرور معاف ہو جائیں گے اور بعض ایسے ہیں جو نیکیوں کو حجاب بنا لیتے ہیں اور دعویٰ ان کی زبان بن جاتا ہے۔ ان کا خیال یہ رہتا ہے کہ اب انہوں نے اتنی عبادت کر لی ہوتی ہے کہ مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ بعض کا خیال یہ ہوتا ہے کہ آج کل حق کی پہچان ہی مشکل ہے۔ وہ علماء کی گروہ بندیوں کو آسانی کا بہانہ بنا لیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اپنی عقل کے بندے بنے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے سے بڑا کسی کو مانتے ہی نہیں، ان کے ہاں اسلام صرف زیب و زینت کے لیے ہوتا ہے۔ وہ ایک طرف دھڑلے سے بعض نیکیاں کرتے ہیں اور دوسری طرف دھوم سے حرام کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ ان کی باتیں خوبصورت لیکن کردار مظلوم ہوتا ہے۔ یہ سب حجابات ہیں۔ صرف اہل اللہ ہیں جنہوں نے اپنا دامن ان سب تاریکیوں سے محفوظ رکھا ہوتا ہے اور یہ وہ نور کی ہدایت ہے جو اللہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے ایک آہ سرد کھینچی اور پھر گویا ہوئے۔۔۔۔۔

''طلب ہو یا عمل، فکر ہو یا محبت، ذوق ہو یا جستجو، نیکی ہو یا احسان، توفیق کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں، توفیق ہی نیکی کا دروازہ ہے، توفیق ہی بخت کی ارجمندی ہے، توفیق ہی اذن حضوری ہے، توفیق ہی طلب حق کی ایک جھلک ہے''۔

''وہ نہ چاہے تو نماز بھی نہیں، روزہ بھی نہیں، حج بھی نہیں اور اطاعت بھی

نہیں۔توفیق نہ ہوتو علماء کے مکتب مے خانے بن جاتے ہیں،توفیق نہ ہوتو مسجدوں کی محراب سے نزاع وفساد ٹپکنے لگ جاتے ہیں۔

حسن ولایت بڑی چیز ہے لیکن توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔عظمت تقویٰ کا جواب نہیں لیکن توفیق نہ ہوتو تقویٰ بھی ممکن نہیں۔یہاں اگر سیرت واسوۂ میں کوئی رنگ ہے تو وہ توفیق ہی کا ہے۔نعم الرفیق توفیق ہی ہے۔۔۔۔۔''

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز اپنی تمام تر شگفتہ مزاجیوں کے ساتھ دور بہت دور جا بسے ہیں کیا خوب کہا تھا کسی نے:

اب یاد رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی
یاروں نے اتنی دور بسائی ہیں بستیاں

اب تو ان کا رنگ محفل یاد آتا ہے تو تصورات جیسے صدموں کی کرچیاں راہوں میں بکھیر دیں۔

دل کے ذرے منتشر ہو کر ملے ہیں خاک میں
جو بکھر جائے وہ شیرازہ سمٹ سکتا نہیں
کیسی کیسی محفلیں تھیں کیسے کیسے لوگ تھے
وہ سنہرا دور ماضی اب پلٹ سکتا نہیں

❁❁❁❁❁

برقِ خرمن سوز ہے، اک شعلۂ عریاں ہے حسن

زہرِ شیریں، مرگِ ناگ، دردِ بے درماں ہے حسن

حسن کے بارے میں جمالیاتی ادب مختلف نظریات کا عکاس ہے۔ یہ موج بن کر اُبھرتا بھی ہے، لہر بن کر اٹھتا بھی ہے، دریا بن کر بہتا بھی ہے، سورج بن کر چمکتا بھی ہے، پھول بن کر مہکتا بھی ہے۔ کبھی یہ گدازی میں ہوتا ہے اور کبھی یہ صلابت میں ہوتا ہے، کبھی اس کے نشیلے انداز رفعت میں ہوتے ہیں اور کبھی اس کے جذب ریز اطوار پستی میں گم ہو جاتے ہیں، کبھی یہ حیات بن کر گرجتا ہے اور کبھی یہ موت ہو کر محو سکوت ہو جاتا ہے، کبھی یہ زلف سیاہ ہو کر اشک شب ٹھہرتا ہے اور کبھی روئے تاباں ہو کر ردیف شمس و قمر بن جاتا ہے۔ اس کے کرشمے اللہ ہی جانے کبھی خالق ہوتا ہے اور کبھی مخلوق۔ کبھی نظر آتا ہے تو دل میں نہیں اُترتا اور کبھی دل میں اُترتا ہے تو نظر نہیں آتا، کبھی پیکر رعنا کی تصویر بن جاتا ہے اور کبھی حرف و لفظ کی تعبیر بن جاتا ہے۔ واہ رے واہ حسن بھی کیا چیز ہے؟

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز ہندکو میں گفتگو فرماتے، کبھی ایسے لفظ بھی آپ کی زبان سے نکلتے جن کا کوئی معنیٰ نہ ہوتا لیکن وہ جو لذت بانٹتے وہ اہل تعلق ہی جان سکتے ہیں۔ عربی ادب میں ایسے الفاظ کی ان گنت مثالیں دی جاسکتی ہیں مثلاً گھوڑوں کے دوڑنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اُسے کہتے ہیں: ''طقطقه طقطقه، طقطقه، جانور کھر ماریں تو جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے کہتے ہیں: **دقدقه دقدقه دقدقه** دروازہ کھولنے اور بند کرنے سے جو آواز نکلے اسے کہتے ہیں: **جلنبلق جلنبلق جلنبلق**، ٹانگا چلے اور گھوڑوں کی ٹاپ سے جو آواز نکلے اسے کہتے ہیں: **حبطقطق حبطقطق حبطقطق**۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز بعض اوقات فرماتے: ''سالک کے جب پانچوں لطائف جاری ہو جائیں تو اس کی حقیقت آواز کرنے لگ جاتی ہے۔ پوچھا گیا: حضرت وہ آواز

کیسی ہوتی ہے؟ فرمانے لگے: ''بامعنیٰ الفاظ کبھی کبھی ہوتے ہیں بس صرف آواز ہوتی ہے، مثلاً مغن سغن وسن منن، ٹک ٹک ٹک ٹک ٹک ٹک ٹک، صاحب حقیقت ہی ایسے الفاظ سے معانی اخذ کرسکتا ہے''۔ بعض اوقات تنہا ذکر فرماتے تو ایسی زبان بھی استعمال فرماتے جو نا پشتو ہوتی نہ کوہستانی ہوتی اور نہ اُردو اور نہ ہندکو ہوتی۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے پوچھا تو ارشاد فرمانے لگے: ''رہنے دو ہر آدمی کی اپنی ایک مناسبت ہوتی ہے اور یہ حقیقت کی مختلف بولیاں ہیں جو اہل حقیقت ہی جانتے ہیں''۔ ایک آدھ بار ایک ساتھی کا بیان ہے کہ ایک رات برستی برف میں ایک آبشار سے قریب بیٹھ گئے اور دونوں ہاتھ پانی میں ڈال لیے اور پھر یہ حروف ادا فرمانے لگے: ''الف، کاف، قاف، قف، میم، نون، نون۔۔۔۔۔ن۔۔۔۔۔ن۔۔۔۔۔ان۔۔۔۔۔نو۔۔۔۔۔نو''۔

واللہ اعلم بالصواب

ایک مرتبہ آپ ٹینچ بھاٹہ میں سید ابونعمان کا درس قرآن سن رہے تھے، اس نے حروف مقطعات پر طویل گفتگو کی، فراغت ہوئی، حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرمانے لگے: ''شاہ جی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو نا اہل آدمی پر علم پیش کرتا ہے گویا وہ ایک نجس جانور کے گلے میں موتیوں کا ہار ڈالتا ہے''۔ ایسی باریک باتیں عوامی محفلوں میں نہیں بیان کرنی چاہییں''۔

حضرت لالہ جی کا یہ قول ہمیشہ یاد رکھا جائے گا آپ نے ارشاد فرمایا:

''چار چیزوں کے فریب سے ہمیشہ ہوشیار رہو: دنیا، نفس، شیطان اور خواہشات''۔

ایک ساتھی نے عرض کی حضور ان کے فتنوں سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

''علم حقیقی کی جستجو، عمل کی کوشش، اخلاص سے قلب ونظر کو مزین کرنا اور خشیت باری تعالیٰ، یہ مومن کا اسلحہ ہے''۔

❁❁❁❁❁

باطن ظاہر دین نبی دے خوب محافظ ہوئے
ہر طالب دے دل تھیں بالکل بدعت فتنے تہوئے

انسان کے خمیر میں محبت گوندھی گئی ہے، وہ انس کا بادشاہ ہے شاید اسے سب سے زیادہ انس اپنی ہی ذات سے ہوتا ہے۔ وہ اللہ سے انس بھی اپنی ہی ذات کی خاطر کرتا ہے لیکن جب اس کے جذبے حسن حقیقی کا طواف کر لیتے ہیں تو پھر وہ انس کرتا بھی ہے انس بانٹتا بھی ہے اور انس محسوس بھی کرتا ہے اور انس کا پرستار بھی ہو جاتا ہے، پھر اس کی زندگی حادثہ نہیں رہتی، تنوع دم توڑ جاتا ہے۔ متحد المقصدی اس کا قبلہ بن جاتا ہے۔ یہاں سے گزرتے ہوئے انسان وہی ہو جاتا ہے جو وہ تھا۔ اس مرحلۂ شوق کا وصل حاصل ہو جائے تو اسے اچھے انسان اچھے آئینے دکھائی دیتے ہیں جن میں نورِ حقیقی منعکس ہوتا رہتا ہے۔ یہ مقام مشاہدہ ہوتا ہے اور مقام مشاہدہ پر فائز انسان خدا دوست بھی ہوتا ہے اور خدا دوستی اس کا ہدف حیات بھی ہوتا ہے۔ ایسا صاحب ذوق شخص اللہ کی بات کرے تو جی مچل مچل کر اللہ کے کلمے پڑھتا ہے اور اگر وہ کسی خدا دوست انسان میں دیکھے تو انسان میٹھے لگنے لگ جاتے ہیں۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے ہمیشہ قرب حقیقت کا سفر کیا۔ ان کی آرزوئیں الوہی انس کی حسین وادیوں میں سیار رہیں۔ انہوں نے پیار بانٹا، انس دیا، محبت تقسیم کی، مذہب عشق کی پرستش نے انہیں خدا دوست لوگوں کا دیوانہ بنا دیا، وہ کبھی اللہ کی باتیں کرتے اور کبھی اللہ کے لیے گفتگو فرماتے اور کبھی اللہ والوں کا حسن سیرت دعوت میں سجا لیتے۔ وہ لوگ جن کا تذکارِ محبت کثرت کے ساتھ آپ کی زبان سے ہوتا ان میں سرفہرست آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد کا اسم گرامی ہے۔ حضرت خواجہ نور محمد عرف نانگا صاحب، خواجہ شمس الدین سید پوری کے سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ آپ کا مسکن کشمیر میں سید پور سے قریب پینٹھ کے مقام پر تھا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بہت بلند مقام پایا۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرماتے:

''بابا حضور اپنے وقت کے مجدد تھے۔ان کی صحبت میں لوگ لمحوں میں نسبت کی بلندیوں پر فائز ہوجاتے۔صاحب کشف و کرامات تھے۔بہت باریک علم پایا تھا''۔

حضرت لالہ جی فرماتے:

''ایک مرتبہ ایک مسجد میں نماز شروع فرمائی اور پھر توڑ دی اور فرمایا: مسجد غصب کی جگہ پر تعمیر ہوئی ہے۔تحقیق کی تو معاملہ درست نکلا''۔

ایک مرتبہ ایک عقیدت مند نے آپ کی دعوت کی، بڑی احتیاط سے کھانا پکایا لیکن حضرت نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا:

''سالن میں جو ہلدی استعمال ہوئی ہے وہ صحیح نہیں۔میزبان نے تحقیق کی تو واقعتہً ہلدی مشکوک نکلی''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرماتے:

''جب میں نے سکر و حیرت کے مقام پر قدم رکھا تو عجیب کیفیت ہوگئی۔الٹے سیدھے خیالات دل میں جنم لیتے۔یہ بھی سوچتا کہ حضرت نانگا صاحب کو قتل کر دوں گا، خنجر لے کر پیچھے بھاگا تو حضرت نے سینے سے لگا کر توجہ دی اور طبیعت بحال ہوئی''۔

ایک ساتھی نے پوچھا:

حضور ''حیرت'' کیا ہوتی ہے؟

حضرت لالہ جی فرمانے لگے:

''بس یہ سمجھو جیسے مدھانی دودھ میں گھومتی ہے، نہ رات چین اور نہ دن آرام سوائے سوز و سکر کے کچھ بھی نہیں بچتا۔حضرت منصور حلاج کا حوالہ دیا کہ وہ بھی مقام سکر میں تھے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس وقت

یہ فقیر ہوتا تو شاہ منصور کو سکر سے نکال لیتا''۔

فرمایا:

''ایک بار ہم جنگل میں جا رہے تھے کہ حضرت ناںگا صاحب رُک گئے اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے سوز و فراق اور درد بھرے لہجے میں یہ گیت گایا۔آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں:

کوئی کھمبڑیاں پھل کاری وے
ترٹّی تار محبت والی پھر کھمبڑیاں کس کاری وے

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرماتے:

''حضرت بابا کے عشق کا عالم یہ تھا کہ جن راہوں سے گزرتے ،لگتا پہاڑ اور جنگل کے درخت بھی نالہ رقصاں بلند کرنے میں آپ کی ہمنوائی کر رہے ہیں''۔

حضرت لالہ جی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نے بہاؤالدین نقشبند کا ذکر کیا کہ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کے آگے کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا بے ادبی ہوگی اس لیے یہ دو شعر پڑھنا۔حضرت فرماتے ہیں پھر بابا جی بڑی دردمندی سے بار بار یہ اشعار پڑھتے:

مفلسا نیم آمدہ درکوی تو
شیأً للہ از جمال روی تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بردست و بر پہلوی تو

ایک بار حضرت نے وحی اور الہام پر نہایت نفیس گفتگو فرمائی۔ایک مولوی صاحب نے حضرت پر اعتراض اٹھایا کہ یہ پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہیں۔۔۔۔۔بابا حضور جلال میں آگئے باوجود اُمّی ہونے کے حدیث شریف کی درجنوں کتابوں کا حوالہ دیا جو درست ثابت ہوئے اور مولوی صاحب حضرت کے ہاتھوں پر تائب ہو گئے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''میں نے کبھی اپنے شیخ کا نام بے وضو نہ لیا اور جب آپ کے نعلین اٹھاتا تو انہیں سینے کے برابر یا سر پہ رکھتا اور اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں پکڑتا اور انہیں کافی نیچے رکھتا''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز حضرت ناڑگا صاحب کے محبوب مرید کے نام سے معروف تھے۔ حضرت اپنے پیرومرشد کے علاوہ ان کی بیگم صاحبہ جو ''مائی صاحبہ'' کے نام سے معروف تھیں ان کا ذکر بھی کثرت سے فرماتے، ان کی فراست، باطنی علم، عمل اور درد و سوز کا ذکر قابل رشک انداز میں ہوتا۔

فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ بابا صاحب کے صاحبزادے حضرت معرفت اللہ نے اپنے کھیت سے کدو کا ساگ توڑا، جب آپ نے ساگ کھالیا تو مائی صاحبہ فرمانے لگیں: آج حرام ساگ کھلا دیا ہے۔ تحقیق پر پتہ چلا کہ ساگ تو اپنے کھیت سے توڑا گیا لیکن وہ اُ گا ہوا دوسرے کھیت میں تھا''۔

صاحب انوار شمسیہ نے یہی واقعہ حضرت خواجہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

حضرت لالہ جی کے زبان نور ترجمان پر اکثر جن بزرگوں کا نام آتا ان میں حضرت سلطان العارفین باہو، حضرت بلھے شاہ، حضرت بابا فرید، حضرت خواجہ شمس الدین سید پوری، حضرت صاحبزادہ مولوی عبدالحی گیروالی، حضرت مولانا عبدالستار، حضرت حاجی محمد یوسف اور حاجی مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہم تھے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز بھی چلے گئے اور ان کے ساتھی بھی، نجانے ہماری صدموں بھری سانسوں کی مشقتیں کب تک جاری رہیں گی۔

عرصہ زیست کی خاموش گزر گاہوں میں
اجنبی آتے ہیں ملتے ہیں بچھڑ جاتے ہیں

❁❁❁❁❁

حسن بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لیے

ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہر اچھے کہ بَن

اقبال بھی اپنی طرز کے واہ واہ آدمی تھے۔فطرت نے طبیعت رسا کا انعام ودیعت کر رکھا تھا۔ان کی شہرت ایک شاعر کی تھی لیکن ان کی سوچیں ایک موٹا جھوٹا پہننے والے اور نان جویں پر قناعت کرنے والے صوفی کی تھیں۔ان سے پوچھیں کہ جس وقت ایک شخص اپنے من کی دنیا کے تعاقب میں نکلتا ہے،اسے کیا کیا تجربات پیش آتے ہیں،کن کن سرور اور نور کی وادیوں سے اس کا گزر رہوتا ہے۔ایک سچا صوفی رحمت کے نگینوں کے سامنے یاقوت کی وادیوں اور مرجان کے سمندروں کو بھی حقیر جانتا ہے۔اسے آنکھوں سے درد کے دو آنسو جب لذت وراحت کی جنت میں لے آتے ہیں،وہ سکندر اور دارا کی سلطنتوں پر تھوکتا بھی نہیں،اس کے پھٹے ٹوٹے کپڑوں کو دیکھ کر قدسی نور کے لبادے بھی چاک کرنے پر تل جاتے تھے،وہ دنیا کو ڈھلتے سایوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔اقبال اسی من کی دولت کا سراغ دیکھیے کس طرح لگاتے ہیں:

من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دنیا چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز ایسے ہی پاکباز مرد خدا تھے۔آپ صرف من کی دنیا فتح کرنے والے بزرگ ہی نہ تھے بلکہ من کی دولت بانٹنے والے ولی اللہ بھی تھے۔بے نیاز تھے دنیا سے، عالم رنگ و بو سے،تن سے دھن سے، زر سے زمین سے، یہاں تک کہ طبع آزاد نے آپ کو پیری مریدی سے بھی بے نیاز بنا دیا تھا،جب کوئی غلامی کا قلادہ گلے میں ڈالنے کے لیے حاضری دیتا اسے آپ کسی اور کی طرف مرید بننے کے لیے بھیج دیتے۔فنائے کل کی باتیں یا ہم

نے صوفیانہ شاعری میں سنی تھیں اور یا پھر حضرت کے جیتے عمل میں دیکھی تھیں۔

ایک بار صبح صبح بہت سے لوگ راولپنڈی سے نکلے غالباً نماز شاہیا میں پڑھی۔ ایک شخص آپ کو لے گیا اور زمین کا ایک وسیع قطعہ لالہ جی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا۔ صاحبزادگان کی مرضی تھی کہ لالہ جی اوگی چھوڑ دیں۔ حضرت حسن المآب نے اپنے ایک ساتھی کے کان میں فرمایا: ''میں پسند نہیں کرتا کہ عمر کے آخری حصے میں نقل مکانی کروں، میرے لیے جنگل ہی خوب ہے لیکن اگر میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے یہ جگہ پسند نہیں تو پیش کرنے والے کا دل ٹوٹ جائے گا، مہربانی کرو میری جان چھڑا دو''۔

اللہ اکبر!

لوگ زمین پر جان چھڑک دیتے ہیں آستانے بنانے کے لیے، مدرسے تعمیر کرنے کے لیے مینار اٹھانے کے لیے، یہ سب نیکیاں ہیں لیکن لالہ جی فرمانے لگے:

''یہ نیکی زر ہے زمین ہے ہوسکتا ہے میرے نفس کے لیے فتنہ بن جائے''۔

ساتھی نے حکمت بنا کر لالہ جی کی خواہش پوری کر دی اس طرح وہ شہر چھوڑ کر جنگل میں رہنے کی مقدس خواہش جو اس کے شیخ کے سینے میں تھی، پوری کرنے میں ممد ثابت ہوا۔

حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہر اچھے کہ بَن

بات بڑھ گئی تو یہ بھی سن لیں کہ حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز دوسروں کے دل کا کتنا خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری آپ کے لیے چند دوائیں لے کر اوگی حاضر ہوئے۔ مرض چونکہ شدید تھا بعض لوگوں نے کہا حضور کو مانسہرہ ڈاکٹر قاضی کے پاس لے جایا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نہیں جاتا، شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن ڈاکٹر نوری راولپنڈی سے سفر کر کے آیا ہے، وہ کیا کہے گا؟ چونکہ اس کا دل ٹوٹنے کا اندیشہ ہے سو میں مانسہرہ جانے کے

لیے تیار نہیں‘‘۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے پاک کے بعد سب سے زیادہ جس چیز سے تعلق رکھا وہ دل ہی تھا اپنا دل، دوسروں کا دل، چاہنے والوں کا دل، نہ چاہنے والوں کا دل، بے راحت دل، باسکون دل، شاید یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا سے اٹھ گئے لیکن دلوں سے نہ اٹھ سکے۔ اب تو کبھی دماغوں میں سوچیں اچانک انگڑائی لیتی ہیں تو وہ دُور ہو کر بھی بہت قریب محسوس ہوتے ہیں۔ وہ ہماری نامکمل ادھوری اور بے وفا دنیا سے تشریف لے گئے ہیں لیکن نگاہیں بند کر کے جب ہم اچانک کھولتے ہیں تو جیسے وہ قریب بیٹھے ہوئے ہیں۔

مجھے تھا شکوۂ ہجراں کہ یہ ہوا محسوس
مرے قریب سے ہو کر وہ ناگہاں گزرے

❁❁❁❁❁

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است

عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کے میکدۂ محبت میں سید ابونعمان، حاجی محمد ایوب، آفتاب احمد ناز اور صوفی ولی رحمٰن حاضر ہوئے۔ مہماں سرا کی عقبی دیوار سے حضرت المرشد ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ حضرت نے حسب معمول آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلوایا، ذکر کی محفل منعقد ہوئی۔ ایک ساتھی نے زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرمانے لگے:

''رومت بہت زیادہ رونا بھی حجاب بن جاتا ہے''۔

رونے والے نے کہا:

بندہ نواز میں نے معالی الہمم میں پڑھا ہے، حضرت جنید بغدادی حضرت بایزید بسطامی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ نے بلند آواز میں چیخ ماری۔ آپ کے غلام سراسیمہ ہوگئے۔ ایک نے عرض کی میرے آقا! پچھلے چند دنوں سے میں عجیب کیفیت سے دوچار ہوں مجھے ڈر ہے کہیں میرا دل پھٹ نہ جائے اور یہ حال آپ کی اس چیخ کے سننے کے بعد ہوا ہے۔ اگر برا نہ منائیں تو ارشاد ہو وہ کیفیت کیا تھی؟ حضرت ارشاد فرمانے لگے: ''یہ چیخ بے سبب نہیں ہوتی اللہ کا عارف اس وقت سخت چیخ مارتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے درمیان حائل حجاب دور فرما دیتا ہے''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''یہ بالکل درست ہے وہ آواز جو سلسلہ نقشبندیہ میں مشائخ دوران ذکر زور سے ایک چیخ کی صورت میں نکالتے ہیں وہ یہی ہے لیکن میرا اشارہ اس رونے کی طرف تھا جس سے نگاہ بارالٰہی کی حضوری سے برگشتہ ہو جائے، بات اصل میں یہ

ہے کہ وہ ہنسنا بھی حجاب ہے جس سے نگاہ مقصود سے ہٹ جائے، وہ رونا بھی حجاب ہے جس سے محبوب کا حسن پس پردہ چلا جائے، وہ علم بھی حجاب ہے جو لذت معرفت سے محروم ہو''۔

حضرت لالہ جی نے رخ کلام پھیر دیا اور فرمایا:

''لگتا یہ ہے کہ میرا آخری وقت قریب ہے۔آثار بدلے بدلے محسوس ہوتے ہیں اور میرا وجدان کہتا ہے کہ تمہارا رونا اس کشف کی بنا پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے بارے میں عطا کی ہے لیکن عزیز من! شیخ، والدین، بچے ایک مرحلہ پر سب ناسوت بن جاتے ہیں اور ناسوت حجاب ہوا کرتا ہے، اس لیے میں نے تم سے کہا: ''رومت ذکر کرو، رونا حجاب ہے اور ذکر آئینہ محبوب ہے، اس کے حسن کی کرنیں اور جلوے سب غم بھلا دیتے ہیں۔تمہارے رونے سے میرا آخری وقت ٹلتا نہیں مجھے محض سب سنگیوں کی دعائیں چاہییں۔میں نے تم سے دولت اور دنیا نہیں کمائی۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میرا ہر تعلق لوجہ اللہ رہا، اس لیے تم سب اللہ کی رضا ہی کی خاطر میرے لیے دعا کرنا۔میرے بعد بدعات میں مبتلا نہ ہو جانا، میرے سلسلہ کو تبدیل نہ کرنا، گمنامی کو شہرت پر ترجیح دینا، فقر کو سروری سے اچھا سمجھنا، سنگیوں سے محبت اور تعلق استوار رکھنا، روزی کے معاملہ میں کبھی بے توکل نہ ہونا، رزق حلال کی جستجو جاری رکھنا، مشائخ سلسلہ کی حقیقتوں کا مراقبہ کرتے رہنا، اگر کبھی قلب اور روح پر پردہ آ جائے تو میری قبر کے سامنے بیٹھ کر مراقبہ کرنا، نفس کی چالوں سے بے غم نہ ہو جانا یہ جل کر راکھ ہو جائے تو بھی اس کی خاکستر فریب پیدا کرتی ہے۔

ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

''بہت سے لوگ تمہاری وجہ سے سلسلہ میں داخل ہوں گے وہ کبھی اپنا عقیدہ کمزور بھی کر بیٹھیں تو تم نے انہیں نہیں چھوڑنا اس لیے کہ مشائخ بیعت لے کر توڑا نہیں کرتے۔ ''حلم اور صبر'' دو ہتھیار ہیں اس میں کامیابی کا راز ہے، دعویٰ کرنے سے ہمیشہ بچنا''۔

ایک ساتھی نے عقبی دیوار سے معلق عمامہ شریف کی طرف دیکھا اور جیسے چاہا کہ حضرت ذرا سر پر سجالیں حضرت نے اپنا سیاہ عمامہ سر پر رکھا اور پھر۔۔۔۔۔۔

روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔

مدھم سی آواز میں فرمانے لگے:

''ایک مرتبہ میرے شیخ نور محمد علیہ الرحمہ نے اپنا عمامہ شریف مجھے دیا۔ اس وقت میں نوجوان تھا، میں نے عرض کی پیرِ ما! اللہ تعالیٰ کو اگر کوئی بات پسند آجائے تو وہ دوگنا اجر دیتا ہے مجھے ایک عمامہ نہیں چاہیے دس عمامے چاہییں۔ حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''ایک دنیا میں لے لو اور نو انشاء اللہ آخرت میں دوں گا''۔

ان الفاظ کے ساتھ پوری محفل بے حال ہوگئی۔۔۔۔۔ سید ابونعمان کو مخاطب کیا کہ تمہیں میں نے چادر دے دی، پانچ عمامے دے دیے اپنا کرتہ دے دیا۔۔۔۔۔ اور گھڑی دے دی، میرا دل چاہتا تھا کہ میں یہ عمامہ بھی تمہیں دے دیتا لیکن تمہیں پتہ ہے میرے بچے سعید الرحمٰن، محمد حسین اور غلام حسین چھوٹے ہیں۔ اُمید ہے تم بے وفا نہیں ہوگے۔۔۔۔''

اس کے ساتھ ہی فرمایا:

''اللہ کرے میرا آخری وقت بچوں کے پاس نہ آئے اور ساتھ ہی علت بھی بیان فرمادی کہ نزع کا ناسوت بڑی سخت چیز ہے کتنے ہی لوگوں کا انجام خراب ہوجاتا

ہے۔۔۔۔۔‘‘

نازش سلسلہ نقشبندیہ نے ایک چیخ ماری۔ پوری محفل سراسیمہ ہوگئی۔ لگتا تھا دل پھٹ جائیں گے، اچھا تو امید ہے اللہ انجام بہتر فرمائے گا۔

سید ابونعمان اوگی سے رخصت ہوئے۔ ہچکیاں، آنسو اور گریہ و نالہ کا سروسامان لے کر دیر تک حضرت اس قافلۂ بے وقعت کو دیکھتے رہے اور حضرت کے یہ الفاظ پنڈی تک دماغوں میں گردش کرتے رہے:

’’رونہ رونا حجاب ہے‘‘۔

اوگی شہر کے کہ ومہ دعا کر رہے تھے:

’’مولا! یہ میکدہ آباد رہے شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا‘‘۔

❁❁❁❁❁

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

انسان کے لیے وہ ہی ہے جو وہ کوشش کرے۔ بازاروں کے ہنگامے، مہر و ماہ کی گردشیں، ستاروں کی چمک دمک، گل ولالہ کی مہک، دریاؤں کی روانیاں، سمندروں کی جولانیاں، فضاؤں میں بادلوں کی گرج، بجلیوں کی کڑک اور ہواؤں کا ہجوم، عبادت گاہوں میں انسانی کاروانوں کی آمدورفت کسی ''حسن المآب'' کی تلاش کے خوبصورت مظاہر ہیں۔ وہ انسان بہت بڑا انسان ہوتا ہے جس میں حسن حقیقی کو بے نقاب دیکھنے کی جستجو زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کے سب سے بڑے خلیفہ مجاز حضرت تھانیدار گل عدت صاحب ہیں، جو علاقہ بنوں کے رہنے والے ہیں۔ وہ خود سناتے ہیں:

''ایک مرتبہ اوائل زندگی میں مجھے شوق پیدا ہوا کہ اسم اعظم جانوں، لالہ جی سے رابطہ ہوا تو آپ نے حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے تمام اسما اسمائے اعظم ہیں، بات دل اور تقویٰ کی ہوتی ہے، کوئی جس قدر وارفتگی سے اللہ تعالیٰ کے اسماء سے قرب چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اُتنا ہی زیادہ نوازتے ہیں۔ عقیدۂ توحید محکم ہو تو لذت معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔ عالی حوصلہ لوگوں کے لیے اسم اعظم کا حصول کوئی بڑا معاملہ نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سوا کسی کو نہ چاہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے زیرنگیں کر دیتا ہے''۔

سید عبدالمنان شاہ صاحب جن کا تعلق سادات خاندان سے ہے۔ راولپنڈی میں قیام ہے۔ لالہ جی نے سند اجازت سے نواز رکھا ہے۔ حضرت کو ان سے بڑی محبت تھی بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے سلسلہ میں دو آدمی صاحب کرامت ہیں: ایک نام سید عبدالمنان شاہ

صاحب کا لیا اور دوسرا نام یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ راہ خدا میں شوق نے مجھے تڑپایا، میں سینکڑوں مشائخ کے دروازے پر گیا لیکن مقصد تک رسائی ممکن نہیں ہو سکی۔ ایک بر فیلی رات میری حاضری حضرت المرشد لالہ جی علیہ رحمہ کے دروازہ پر ہوئی۔ میں نے اپنا ہاتھ حضرت کے ہاتھ میں دیا۔ ہاتھوں میں سرسراہٹ ہوئی، محسوس ایسے ہوا جیسے انگلیوں میں کوئی چیز چل رہی ہو۔ تھوڑی دیر گزری تو جسم تنور کی طرح گرم ہو گیا۔ حرارت کے بعد احساس کا چراغ گل ہو گیا، زمین تا فلک ہر چیز اللہ کے نور میں ڈوبی ہوئی دیکھی۔ بدن کا رُواں رُواں ذکر میں مشغول ہو گیا۔ یہ حضرت کی نگاہ کا اعجاز تھا کہ اس کیفیت کو ابدی بنا دیا، اب تو گویا نگاہ جھکا لی اور اس کے نور کے جلوے دیکھ لیے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ لالہ جی کے ایک غلام نے سنایا، راوی اتنا پختہ نہیں بلکہ اپنی شاہانہ مزاجیوں کی بنا پر فقراء سے اس کی کوئی مناسبت نہیں لیکن حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ اس سے محبت کرتے تھے۔ اس مالی کی عظمت کا کیا کہنا جو بنجر زمینوں میں بھی گلاب اُگانے کی مہارت رکھتا ہو۔ اس مجذوب بے سلیقہ کا کہنا یہ ہے کہ اس کے پاس لالہ جی علیہ رحمہ کی گلاب گلاب یادوں کی قلموں کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ ایک بار کسی عیسائی نے اس پر جادو کر دیا۔ اسے محسوس یہ ہونے لگا جیسے سات طبق کا بوجھ اس کے سر پر رکھ دیا گیا ہو۔ وہ لالہ جی علیہ رحمہ کے پاس آیا۔ حضرت المرشد نے توجہ دی تو پہلے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی تنور سے دھواں نکل رہا ہو، اس کے بعد کسی چیز کے جلنے کی بو آئی اور پھر چاروں طرف دفعتہً خوشبوئیں پھیل گئیں۔ آسمان جیسے زمین ہو اور زمین آسمان، ایسے لگا جیسے احساس کی لوح پر کوئی اسم ذات ''اللہ'' لکھ رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کائنات کے ہر افق پر اسم ذات کے جلوے دکھائی دینے لگ گئے۔ اس کے بعد آج تک اس نے کسی پیر اور شیخ کی ضرورت محسوس نہ کی اس کا کہنا ہے:

دیکھ لو آج پھر نہ دیکھو گے
غالب بے مثال کی صورت

صوفی ولی الرحمٰن جن کا اصل نام علی الرحمٰن ہے۔تناؤل کے باشندے ہیں۔خاصہ عرصہ کراچی مقیم رہے جن کا پورا خاندان عرصہ قدیم سے سادات کوٹنالی کا عقیدت مند چلا آ رہا ہے۔انہیں معلوم ہوا کہ کوٹنالی کے سب سادات حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ کے مرید بن چکے ہیں۔وہ سید اشرف شاہ صاحب اور پیر سید برہان شاہ صاحب کی معیت میں حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔وہ فرماتے ہیں:

''میرے خیال میں حضرت کا نقشہ کچھ اور تھا لیکن جب زیارت ہوئی تو صدق اور سادگی کا ایک بحر بے پایاں پایا''۔

بیعت ہوئی اور زندگی کا رنگ ہی بدل گیا۔اس موقع پر سید برہان شاہ صاحب کو حضرت نے جو نصیحتیں فرمائیں ان میں ایک تو مروجہ پیری مریدی اور رسم ورواج اور بدعت وخرافات کی تردید تھی۔دوسری علماء کی عزت کا درس تھا اور دل کا غیر اللہ سے خالی کر دینا تھا۔صوفی صاحب کی سادگی اور خدا پرستی کو دیکھ کر حضرت نے سند اجازت بھی مرحمت فرمائی۔حضرت صوفی صاحب کا بھی اب تو خیال یہی ہے:

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

❁❁❁❁❁

یہ زندگی زندگی نہ سمجھو کہ زندگی سے مراد ہیں بس
وہ عمرِ رفتہ کی چند گھڑیاں جو ان کی صحبت میں کٹ گئی ہوں

انسانوں ایسے انسان ہوتے ہیں بظاہر جسم و جسد اور قد و خد ایک ہی ایسے معلوم ہوتے ہیں لیکن صاحبِ نگاہ انسان کی بات ہی نہ پوچھیے اس جیسا کوئی نہیں ہوتا۔ زماں برف کی طرح پگھل کر اس کے سامنے پانی ہو جاتا ہے۔ مکاں کی وسعتیں ہمہ دم اس کے سامنے سمٹی رہتی ہیں۔ اس کی روح سیار لامکاں رہتی ہے۔ اس کا حال لاہوتی فضاؤں میں پرواز کرتا رہتا ہے۔ صاحب نظر صرف قرب کے جلوے دیکھتا ہی نہیں دکھلانے پر بھی قادر ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہی ذات میں ایک کائنات ہوتا ہے۔ خودی اور استغنا کی حد بریں ہر وقت اپنے دروازے اس کے لیے کھولے رکھتی ہے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی آنکھ بھی منور تھی اور دل بھی منور تھا، وہ روشنیوں میں رہتے تھے، وہ خدائی جلووں کی کھلی کتاب سے تلاوت کا شوق ہر دم پورا کرتے رہتے تھے، نور کی غذا نے ان کی ہر بھوک ختم کر دی تھی، انہیں دنیا کی حرص پیاس بن کر ستاتی نہیں تھی، وہ قناعت کا پہاڑ تھے، خودی اور استغنا ان کے اخلاقِ حسن کا ایک ادنیٰ سا پرتو تھا۔ آپ جب حج کے لیے تشریف لے گئے۔ عام انسانوں کی طرح انہیں بھی کسی کی تلاش تھی لیکن ان کی آرزوئیں وہ نہیں تھیں جن کا انجام شکست ہو اور ان کا مدعائے زندگی خالقِ حقیقی کی تلاش تھی، وہ اپنے ہر خطبے میں یہی کہتے تھے: ''سوال صرف اللہ سے کرو اور مدد صرف خدا سے مانگو''۔ حج ان کے عقیدے کا امتحان بن گیا، تقریباً ستر سال کی عمر، بینائی کا نہ ہونا اور پھر نور علیٰ نور آپ کی انتہا درجہ کی سادگی اس پر مستزاد پہلا بین الاقوامی سفر اور وہ بھی تنہا، بظاہر حالات ابتلا کی تلخی لیے محاصرہ کر رہے تھے لیکن لالہ جی صاحب علیہ الرحمہ درویش تھے اور درویش کے لیے سب سے بڑا امتحان حالات کی تلخیاں نہیں ہوتیں بلکہ اپنے فقر کی عصمت کا محفوظ کرنا ہوتا ہے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کا توشۂ سفر اور رختِ راہ سب کچھ ائیر پورٹ پر ہی گم ہو گیا لیکن آپ نے ہشاش بشاش حج تمتع کا عمرہ ادا فرمایا۔ آپ جب مروہ پر پہنچے تو کسی نے وہاں کھڑے چند پاکستانیوں سے کہا کہ یہ فلاں شیخ ہیں اور ان کا سب سامان گم ہو گیا ہے۔ لوگ خدمت کرنے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''ابھی میرے پاس دو سو ریال موجود ہیں اس لیے سوال بھی حرام ہے اور خیرات لینا بھی درست نہیں۔ آپ لوگ مجھے آخرت کا نقصان اٹھانے والا نہ بنائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سوال کرنے سے منع فرمایا اور اس طرح آپ لوگوں کی مدد قبول کرنا سنت شریعت اور سنت طریقت دونوں کے خلاف ہے۔ میں کل اپنے شیخ کی بارگاہ میں رسوا ہونا پسند نہیں کرتا''۔

حج سے واپسی ہوئی تو بہت سے درویش اہلاً وسہلاً کہنے ائیر پورٹ پر گئے۔ آپ نے سید ابو نعمان کو بلایا اور بہت ناراحت ہوئے کہ تم نے ان سب لوگوں کو منع کیوں نہ کیا۔ مجھے یہ ہٹو بچو کے طریقے پسند نہیں، اس میں شہرت ہوتی ہے اور شہرت اہل اللہ کے نزدیک ایک مصیبت ہے۔

یاد رکھو!

جھوٹے لوگوں میں مشہور ہو جانا تو باعث تہمت ہوتا ہے اور تمہاری دنیا میں ابھی سچے لوگوں کا بڑا فقدان ہے۔ تم دیکھتے نہیں ہر مشہور آدمی کسی نہ کسی طبقے میں بدنام ہوا ہے۔ درویشوں کے لیے درویشی ہی اچھی ہوتی ہے۔۔۔۔۔

راستہ میں گاڑی پر تشریف فرما ہوئے تو فرمانے لگے:

''ہم مسلمانوں کے احوال اچھے نہیں ہیں، علماء سے اختلافی مسائل پوچھو تو دلائل و مسائل نوک زباں ہوں گے لیکن دورانِ حج مجھے تجربہ ہوا کہ علماء بھی کماحقہ حج کے

مسائل سے آگاہ نہیں۔ عالم جس وقت یہ کہے کہ میرے نزدیک یہ مسئلہ یوں ہے تو سمجھو اس کا علم خام ہے''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے سید ابوفیصل سے درجنوں حج کے مسائل دریافت فرمائے اور علت یہ بیان فرمائی کہ کہیں میری اس عبادت میں کمزوری نہ رہ گئی ہو۔۔۔۔۔

تھوڑا عرصہ گزرا تو آپ کے تمام سنگی کہنے لگے:

''اگر پسند فرمائیں تو دوبارہ حج کے لیے آپ تشریف لے جائیں۔

ارشاد فرمانے لگے:

''حج عبادت ہے سیر نہیں۔ میں چندے کی رقم سے حج نہیں کرنا چاہتا، جو پیسہ میرے حج کے لیے اکٹھا ہوا ہے، اسے غربا اور مساکین میں خرچ کر دیا جائے''۔

ایک مرتبہ سید ابونعمان سے پوچھا:

احناف کے نزدیک مجاورت حرمین درست نہیں اس کی وجہ کیا ہوگی؟

سید ابونعمان نے کہا:

مجاورت میں آداب کا ملحوظ خاطر رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

آپ فرمانے لگے:

''دین کا دو تہائی حصہ آداب ہوتے ہیں، جو آداب سے محروم ہوا وہ دین سے محروم ہوا''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز زندگی، دین، ادب، حکمت اور بصیرت کے چراغ روشن فرما کر خود نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ان کی صحبت میں زندگی بہت خوبصورت لگتی تھی۔

یہ زندگی زندگی نہ سمجھو کہ زندگی سے مراد ہیں بس
وہ عمر رفتہ کی چند گھڑیاں جو ان کی صحبت میں کٹ گئی ہوں

❀❀❀❀❀

از دل و دیں چہ آورم ہدیہ رونمائے تو
اے کہ بشانِ دلبری ہر دو جہاں فدائے تو
روزے کہ ذرّہ ذرّہ شود استخوانِ من
باشد ہنوز در دل ریشم ہوائے تو

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز گفتگو فرماتے لفظ خوشبو ہوتے، حرف موتی اور مفہوم جیسے سونے کی ڈلیاں ہوں۔ کلام جب لبوں کی مسکراہٹ کا آمیزہ لیتا تو جیسے عندلیب کسی گلبنِ پُرمحبت کا نغمہ چھیڑے۔ خوبصورت نصیحتوں کی چاندنی جب چٹکتی زندگی بہت حسین محسوس ہوتی۔ حضرت کا انداز تھا جیسے دھنک حسن بکھیرے۔ مثالیں، حکایتیں، محاورے اور حکمتیں خوب رس گھولتیں۔ دلنواز باتوں میں جب ''سنگی'' کہہ کر مخاطب ہوتے ایسے لگتا جیسے آسمان پر ستارے جڑے جا رہے ہیں۔

ذہانت کی مثال دینی ہوتی تو فرماتے سنگی! مرغ سحر کہیں تجھ سے بازی نہ لے جائے، وہ بوقت سحر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے گیت گائے اور تُو سویا ہو۔

''حال'' کی تعبیر کبھی ''باز'' سے دیتے اور فرماتے ذاکرین کو بلند پروازی شاہین سے سیکھنی چاہیے۔ کبھی چیونٹیوں کو چلتے دیکھتے تو فرماتے: ''نظم وضبط ان سے سیکھنا چاہیے''۔ حماقت کے لیے گدھا کو بطور استعارہ استعمال فرماتے۔ غفلت کے لیے ''اندھیرا'' عام طور پر آپ کی زبان سے سنا جاتا۔ کوئی آدمی پسند نہ ہوتا تو یہ نہ فرماتے کہ فلاں شخص اچھا نہیں بلکہ فرماتے میری طبیعت اس سے نہیں ملتی۔ ہوا وہوس کے لیے مکھی کی مثال دیتے۔ کوئی آدمی بہت پسند آجاتا تو فرماتے: ''فلاں شخص بہت اونچا آدمی ہے''۔ انقباض کے لیے کبھی طبیعت کا میلا ہونا اور کبھی حال کا خراب ہوجانا استعمال فرماتے، کبھی بزرگ اور اکابر صوفیاً کے حوالے پیش فرمادیتے۔

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول سنایا کہ اللہ تعالیٰ سحری کے وقت ہواؤں کے ایسے قافلے روانہ فرماتا ہے جو ذکر وفکر میں مصروف لوگوں کے اذکار کو اپنے دامن میں سمیٹ کر سرکارِ الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے شیخ کامل کی یہ علامتیں بیان فرماتے:

ایسا شخص جس کا سلسلۂ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مسلسل ہو، بابصیرت ہو، شریعت و سنت کا پاسدار ہو، دنیا کا طالب نہ ہو۔ حرص اور لالچ سے پاک ہو، امراء کی نسبت غرباً سے زیادہ محبت رکھنے والا ہو، نفس کشی کر چکا ہو، دائمی ذاکر ہو، اپنے شیخ کی محبت اور ادب میں ڈوبا ہوا ہو، طمانیت نفس، سخاوت، قناعت، صدق، توکل اور وفا ایسی صفات حمیدہ کا آئینہ ہو۔ انوار الٰہی کا مظہر ہو اور ناجنسوں سے پرہیز کرتا ہو۔

حضرت شفیق بلخی کا یہ قول آپ کو بہت پسند تھا:

''اعمال حسنہ جیسا بہترین دوست کوئی بھی نہیں اس لیے کہ یہ قبر میں بھی کام آتے ہیں اور عبث خواہشات ایسا کوئی دشمن نہیں اس لیے کہ انسان قرب رحمت سے صرف انہی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے''۔

مولانا رومی کی یہ بات تقریباً ہر محفل میں سناتے کہ دودھ نہ ہو تو مکھن نہیں بنتا۔ شریعت مطہرہ پر عمل نہ ہو تو طریقت حاصل نہیں ہوتی۔

خواجہ شمس الدین صاحب عرف صاحباں فرماتے:

''ہر آدمی کی طریقت میں اپنی مناسبت ہوتی ہے۔ کامیابی کے لیے ہماری مناسبت کثرت ذکر ہے''۔

شعری ذوق کمزور تھا لیکن کبھی کبھار مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی اشعار پڑھ دیتے۔ ایک مرتبہ یہ اشعار پڑھے اور خود ہی ترجمہ فرمایا:

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
آب زیر کشتی پستی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

''دنیا خدا سے غافل ہو جانے کا نام ہے نہ کہ مال دولت اور بیوی بچے۔ دنیا کی مثال پانی کی ہے کہ جب وہ کشتی کے نیچے ہو تو کشتی چلتی رہتی ہے اور جب پانی کشتی کے اندر چلا جائے تو وہ تباہ ہو جاتی ہے''۔

حضرت خواجہ فقیر محمد ہشتنگری علیہ الرحمہ کے حوالے ایک مرتبہ یہ قول سنایا:

''نیک اہل قبور سے صاحب حال ہی کما حقہٗ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، سالک کو چاہیے کہ وہ صاحب حال کے پاس حاضری دے تو دل کو حرص و ہوا سے خالی کر لے اس لیے کہ اہل اللہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی باتیں یاد کر کے بس اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

❁❁❁❁❁

رزم کی داستان گر سنیے

ہے زبان ایک تیغ جوہر دار

بزم کا التزام گر کیجیے

ہے قلم ایک ابر گوہر بار

دوستیاں نعمت ہوتی ہیں لیکن جب وہ رحمت کے سائے میں ہوں، رحمت کا مینہ جب خشک ہو جائے تو دوستیاں آتش جہنم بن کر جلانے لگ جاتی ہیں۔ وہ لوگ بہت عظیم ہوتے ہیں جو کم دوست بناتے ہیں لیکن وفا کے آسمان پر ان کا اخلاص ہمیشہ ستارہ بن کر چمکتا رہتا ہے۔ حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ دوست پسند ہی نہیں تھے بلکہ دوست ساز بھی تھے لیکن ان کی دوستیاں ایک معیار سے کبھی گری نہیں تھیں کہ ''رضائے خدا'' کے جذبے ٹھٹھر کر کہیں دم نہ توڑ جائیں۔ آپ کے سنگی اتنے زیادہ نہیں تھے لیکن جتنے تھے حضرت ان کے غم اور خوشی میں شریک ہوتے۔ یہ تھوڑی بڑی بات ہے کہ اپنے ہر سنگی کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ آپ ان کے ہر معاملہ سے آگاہ رہتے۔ حالات کی نرمی گرمی ہمیشہ ان کی نظر میں رہتی تھی۔ آپ کو ہمیشہ یہ فکر رہتی کہ ان کا کوئی معاملہ کسی سنگی کی دل شکنی کا سبب نہ بن جائے۔ اپنے دوست تاجروں سے مال بہت کم خریدتے۔ سنگیوں سے قرض وغیرہ کا معاملہ کرنے سے اجتناب برتتے۔ خیال صرف یہ رہتا کہ کہیں کسی اللہ والے کا دل نہ دکھ جائے۔ آپ کی زندگی روشنیوں سے زیادہ لطیف تھی۔ آپ کا محتاط انداز زندگی کعبہ امن وامان کی طرح سلامتی بانٹتا۔

بزم سلطانی ہوئی آراستہ

کعبۂ امن و اماں کا در کھلا

نسواری بازار راولپنڈی میں غالباً سعید نامی ایک دکاندار تھا جو پنسار کا کام کرتا۔ ایک مرتبہ آپ پنڈی سے اوگی تشریف لے گئے اور پھر اسی دن شام واپس راولپنڈی تشریف فرما ہوئے۔ بات صرف معمولی نوعیت کی تھیں کہ دوصد روپے سعید کے لالہ جی علیہ الرحمہ کی طرف چلے گئے اور آپ اوگی پہنچ کر پریشان ہو گئے۔ راولپنڈی واپس پہنچ کر امانت ادا کی تو سعید کہنے

لگے کہ اتنی بھی عجلت کیا تھی دوسو روپیہ ہی تھا واپس آ جاتا۔

حضرت لالہ جی فرمانے لگے:

''مسلمان کا دل بڑی نازک چیز ہے اور اس کا ٹوٹ جانا قیامت سے کم نہیں۔ بات دوسو روپے کی نہیں، تمہارا ایمان بچانے کی ہے اور پھر یہ بھی کہ موت کا یکراں براق جس تیزی سے دوڑ رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ معاملات صاف رکھے جائیں''۔

تیری رحمت کی مجھے تشہیر کرنی ہی پڑی
بندگی میں زحمت تقصیر کرنی ہی پڑی

دوستوں کو مربوط رکھنے کے لیے حضرت سادے سے اور بے تکلف اہتمامات ضرور فرماتے مثلاً گھروں میں آنا جانا، پیغامات کی ترسیل وارسال، سلام دعا کا تبادلہ، احتساب وڈانٹ ڈپٹ، خوش مزاجی و دل لگی۔ حضرت خطوط کے جوابات بھی ارسال فرماتے لیکن کبھی آپ نے خود خط نہیں لکھا کسی پڑھے لکھے سنگی کو مامور فرماتے کہ خامہ فرسائی اور نامہ بری کا فریضہ سرانجام دے۔ راقم روسیاہ نے حضرت کے ہزار سے بھی زیادہ خطوط لکھے، کبھی آپ مضمون بتا دیتے اور کبھی خود املا فرماتے۔ وہ خطوط جو املا فرماتے بڑے دلچسپ اور اخلاص ہمدردی سے بھرے ہوتے۔ زبان سادہ ہوتی لیکن چاشنی از حد زیادہ، کبھی کبھار تیز جملوں کا استعمال لفظوں کو شمشیر کی دھار بنا دیتا، اسلوب میں مکالماتی رنگ ہوتا۔ وہ لوگ جن کے پاس حضرت کے خطوط کا ریکارڈ محفوظ ہے وہ عقیدہ کی حد تک اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ:

رزم کی داستان گر سنیے
ہے زباں ایک تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجیے
ہے قلم ایک ابر گوہر بار

لطیف اورخوبصورت جملے سنتے تو آپ محظوظ بھی ہوتے۔ایک بار کوئی مقرر آپ کے علاقہ میں آیا اور دل پسند لہجے میں ''یٰآیُّھا النَّاسُ'' پڑھا ،ترجمہ حضرت کی روح میں کھب گیا۔آپ کافی عرصہ تک فرماتے رہے کہ اس اللہ کے بندے نے ''اے لوگو!'' کچھ اس رنگ میں کہا کہ کتنے دنوں تک درختوں کے پتوں سے بھی آواز آتی رہی۔

یٰآیُّھاالنَّاسُ

یٰآیُّھاالنَّاسُ

اگر کوئی ایسا خط آپ کو پہنچتا جس میں درد کی ٹیس ہوتی تو آپ بار بار اس خط کو پڑھواتے۔ غالباً سیالکوٹ سے سید اشرف شاہ صاحب نے ایک درد بھرا خط لکھا، لفظ لفظ سے ہجر کی بےقراریاں ٹپک رہی تھیں۔حضرت لالہ جی بار بار اس خط کو سنتے اور فرماتے:

''وہ شخص جو گلبن قرب کی ٹھنڈی ہوا سے محروم ہو سوائے تضرع وزاری کے وہ کر بھی کیا سکتا ہے لیکن اصل چیز صبر اور ضبط ہے''۔

کاشی نے کیا خوب کہا ہے:

جز صبر نیست صیقل دلہائے بے قرار
چوں ایستادہ آب بہ آئینہ می رسد

بات ہو رہی تھی کہ حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ نے ساری زندگی لوگوں کے دلوں کا خیال رکھا۔سنگی پالے،انہیں تربیت دی اور خوب تربیت دی، آخری بیماری کے ایام میں بھی جب تن ناتواں کو سہارے کے بغیر چلانا بھی دشوار تھا اگر کوئی ساتھی کہہ دیتا حضور آپ ہمارے گھر تشریف لے جائیں یعنی:

کبھی تو آیئے دو گام چل کے بندہ نواز
مکان دور مرا آپ کے مکاں سے نہیں

آپ کے کرم کی بارش شروع ہو جاتی۔ اس سے بڑا کرم کیا ہو گا کہ جان جب جان آفرین کے سپرد کی تو وہ بھی مہر و وفا کی راہوں میں، سنگیوں کی آغوش طلب میں، ستر سال جن کو چوں سے وفا کی تھی سنگیوں کی محبت نے ان سے جدا کر دیا۔

محروم ہوں اب خواب میں بھی اس کی جھلک سے
جس در کی زیارت کبھی دن رات ہوئی
یہ چاند یہ تارے بھی بتاتے ہیں چمک کر
تقسیم تیرے حُسن کی خیرات ہوئی تھی

❁❁❁❁❁

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیٔ محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

تاریخ محض حروف سے نہیں بنتی حوادث سے تخلیق پاتی ہے اور حوادث بے رنگ اور بے بو نہیں ہوتے۔ زمان ومکان پر ان کا گہرا اثر اور گہرا رنگ ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات حادثے غیر معمولی جذبے جنم دیتے ہیں اور یہ سچے جذبے ہی ہوتے ہیں جو زندگی کے پرسکوت پانی میں عظمتوں کی لہریں پیدا کردیتے ہیں اور اسی تاریخی عمل سے بڑی بڑی شخصیتیں مطلع وجود پر نمودار ہوتی ہیں اور تاریخ وہی عظیم ہوتی ہے جس میں صرف حوادث قلم بند نہ کیے جائیں بلکہ ان سے پیدا ہونے والی خوشیاں اور چہرے پر چھا جانے والی اداسیاں بھی نقل کی جائیں۔ تاریخ تنقید میں سقوط بغداد پر سعدی کی نالہ سنجیوں، اندلس کے ویرانوں پر اقبال کے مرثیوں، دہلی کے اجڑنے پر داغ کے کراہوں، غرناطہ کی بچھڑتی تہذیب پر ابن عبدون کے نالہ وبکا کی بڑی قیمت ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ آج تک حوادث پر رونے والے شعراء اور ادیبوں کی آنکھوں میں صرف تاریخ آنسوؤں کے سیلاب دیکھ سکی ہے لیکن عام دردمند انسان کے احوال کی عکاس تاریخ ثابت نہیں ہوسکی۔ چلیں چھوڑیں ان باتوں کو ہم تو ذکر کررہے تھے حضرت لالہ جی محمد جمشید علیہ الرحمہ کے احوال وکیفیات کی بھینی بھینی خوشبو کا، حضرت اس سیاہ دن پنڈی میں موجود تھے جب مسلم زعماء کی نالائقیوں سے مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا تھا۔

ویسٹرج جاتے ہوئے ریلوے کوارٹرز کے سامنے آپ تانگے سے نیچے اترے اور ایک غریب سے سنگی کے گھر تشریف فرما ہوئے، ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گئے اور بیگ نیچے رکھا، حسب معمول ذکر وفکر کی طرف توجہ ہوئی۔ سرشام ریڈیو پر جنرل یحییٰ کی تقریر التزام سے سنی، تقریر کیا تھی اعلان شکست تھا۔ حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ بجھ گئے، ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی چھوٹ کر زمین پر جالگی، بدن پر جیسے رعشہ طاری ہوگیا جب سنبھلے تو ارشاد فرمایا:

"اللہ اکبر۔۔۔۔۔!

"ان آنکھوں نے یہ دور بھی دیکھنا تھا،لوگ عمل میں نہ مسلمان نہ یہودی اور نہ نصرانی، مسلسل بداعمالیوں نے ہمیں یہاں آ پہنچایا۔امانت،حیااور صدق کچھ بھی تو ہم میں نہیں رہا۔۔۔۔۔

یاد رکھو! ہمیں ہندوؤں نے شکست نہیں دی ہم خود اپنے ہاتھوں ہارے ہیں،شکست اور کامیابی تو انسان کے اندر ہوا کرتی ہے۔اگر باطن کامیابیوں کی امانت محفوظ رکھ سکیں تو میدان جہاد میں کامیابیاں قدم چوما کرتی ہیں وگرنہ میر جعفر،میر صادق اور مجیب جیسے لوگ پیدا ہوا کرتے ہیں"۔

نہایت بجھے ہوئے لہجے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم سنایا کہ"آخر کار اُمت پر ایک ایسا زمانہ آجائے گا کہ ان میں بدی نیکی بن جائے گی اور نیکی بدی ہو کر رہ جائے گی۔زکوٰۃ کو لوگ تاوان سمجھیں گے اور امانت میں خیانت کی جائے گی۔۔۔۔۔" یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش برسنی شروع ہوگئی۔۔۔۔۔کچھ وقفہ کے بعد نماز عشاء پڑھی، فارغ ہوئے تو بلا تکلف فرمایا:

"کہاں گئے وہ مسلمان جو جہاد کیا کرتے تھے"۔

محفل والوں کو مخاطب فرمایا اور کہا کہ ہم سے پہلے لوگوں کی کامیابی"جہاد فی سبیل اللہ"اور حسن سیرت کی وجہ سے تھی ہم میں دونوں باتیں نہیں رہیں۔

ایک نوجوان لڑکے نے ہندوستان جا کر ہندوؤں کے خلاف تنہا لڑنے کی اجازت چاہی آپ نے سر نفی میں ہلا کر ارشاد فرمایا:

"جس طرح نماز میں امامت ضروری ہے جہاد بھی ایک اجتماعی ضبط رکھتا ہے۔ اسے کچل کر رضائے ربّ حاصل نہیں کی جاسکتی۔۔۔۔۔"

سائل نے پوچھا:

حضور پھر ہم کیا کر سکتے ہیں؟

لالہ جی قدس سرہ العزیز رونے لگ گئے۔۔۔۔۔جب سنبھلے تو فرمایا:

''سیاسی قیادتیں مفلوج ہو جائیں تو اس وقت مذہبی افکار زیادہ دیر تک دوٹوک جذبوں کے سوا اپنی بہار قائم نہیں رکھ سکتے''۔

سائل نے عرض کی:

کیا رونا ہی ہمارے مسائل کا حل ہے، کیا رونا ہی ہماری منزل روشن کر سکتا ہے، کیا رونا ہی ہمیں یہود و ہنود پر غلبہ دے سکتا ہے؟

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرمانے لگے:

''رونا دو طرح کا ہے: ایک بزدلی کا اور پست ہمتی کا اور دوسرا اخلاص اور عشق کا۔ یقین رکھو کہ ساری قوتیں تو اللہ کے پاس ہیں اور نالۂ عشق اللہ کی ذات کو راضی کر سکتا ہے اور جب وہ ہم سے راضی ہو جائے گا تو ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔۔۔۔۔''

سائل نے جھرجھری لی اور عرض کی:

لالہ جی سرکار!

ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہیں کیا اس کی قدر بھی نہیں۔۔۔۔۔؟

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''جب ہم جان کائنات کو خود ناراض کر دیں تو خود فیصلہ کرو جو خدا کے حبیب کو ناراض کرے اللہ اس سے کبھی راضی نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔''

❁❁❁❁❁

اب تم خود سوچ لو

اللہ ہی اللہ

سوہنے اللہ تیرا نظام؟

منزل صرف تو، باقی سب راہیں یا پھر مسافر۔۔۔۔۔!!!

حسن مسافر!

جمال مسافر!

خوبی مسافر کمال مسافر

نظر مسافر منظر مسافر

جوانی مسافر زندگانی مسافر

حرکت ہی حرکت

گردش ہی گردش

سفر ہی سفر

آدم مسافر نوح مسافر

خلیل مسافر ذبیح مسافر

''ہر چیز راہی ہر شے مسافر''

صدیق ولی قطب نبی

نذیر بشیر رسول مرسل

معزز مکرم عالی عظیم

سب راہی سب مسافر

باقی رہے نام اللہ کا
ماسویٰ اللہ بس
کتنی راتیں آئیں پھر چلی گئیں
کتنے سورج چمکے پھر غروب ہو گئے
کتنے ماہتاب دمکے پھر اوجھل ہو گئے
یوسف آئے بھی اور چلے بھی گئے
ہیریں رہیں نہ رانجھے
سوہنیاں پٹیں مہینوال لٹے
شیریں دبی فرہاد مٹے
خوئے لیلیٰ طلب مجنوں
کلاہ شاہی تاج خسروی
ہیبت لشکر رنگ سپاہ
بوئے گل نالۂ دل
صوت طبل لات وہبل
سب مٹ گئے
کچھ نہ رہا
گلی گلی ڈگر ڈگر کو بہ کو اور سو بہ سو
قبر ولحد
آتش و گنگا
اور

روضہ ومرقد

مولا تیرا نظام کیا ہے۔۔۔۔۔؟

ماسویٰ اللہ بس

باقی سب ہوس

لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''رونہ رونا حجاب ہے''

یہ جملہ وظیفہ بن گیا۔ سید ابونعمان لاہور پہنچے، رات آنکھ لگی تو خواب میں حضرت کی زیارت نصیب ہوئی۔

سید ابونعمان دیوانہ وار کہے جا رہے تھے:

میں تجھے دیکھوں تُو مجھے دیکھے

تُو مجھے دیکھے میں تجھے دیکھوں

لالہ جی اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرما رہے تھے۔ دیوانے تمہیں کیا ہوا ہے اوگی نہیں آتے۔ صبح ہوئی اور سید ابونعمان نے سید فیصل، سید نعمان اور سیدہ عاتکہ اور ان کی امی سے کہا: چلو لالہ جی قدس سرہ العزیز سے ملاقات کے لیے اوگی چلتے ہیں۔ تین اکتوبر 1993ء کو یہ سب لوگ اوگی پہنچے۔ لالہ جی سب سے ملے چہرے پر مسکراہٹ تھی لیکن پوری طرح محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے آپ سب کو چھوڑ چکے ہیں۔ بجھی بجھی باتیں، بکھری بکھری ملاقات، اداس اداس ماحول، نہ ہجر اور نہ وصال۔ بیٹھک میں تھانیدار لالہ جی پہلے ہی سے موجود تھے۔ آپ نے شربت انگوری کا ایک گلاس لالہ جی کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے بے دلی سے نوش فرمایا اور پھر سید ابونعمان سے محوِ گفتگو ہو گئے۔

سید لاچار نے عرض کی:

حضور میرے ساتھ راولپنڈی تشریف لے جائیں تا کہ شدت مرض کا مناسب

علاج معالجہ ممکن ہو سکے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم مصروف ہو اور میرے حالات اچھے نہیں اس لیے میں نہیں جا سکتا''۔

سید ابو فیصل نے کہا:

حضور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمام مصروفیات ترک کر کے آپ کے ساتھ رہوں گا۔

لالہ جی فرمانے لگے:

''ایک شرط کے ساتھ میں راولپنڈی جانے کے لیے تیار ہوں وہ یہ کہ تم مجھے وہاں ترجمہ قرآن حکیم پڑھاؤ گے''۔

سید ابو نعمان نے کہا:

''حضور میں اپنی غلطیاں دور کرنے کے لیے ضرور آپ کو قرآن مجید سناؤں گا۔

لالہ جی مسکرائے اور فرمایا:

''تمہاری ساری ترقی ادب اور خدمت کی وجہ سے ہے''۔

لالہ جی نے فرمایا:

''درد سینہ بڑھتا جا رہا ہے اور مرض لا علاج ہوتا جا رہا ہے''۔

سید ابو عاتکہ نے بات بدلی اور کہا:

حضور درد تو میرے دل میں بھی ہے۔اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا آپ صحت یاب ہوں گے۔

لالہ جی صاحب ہنس پڑے اور کہا:

ایک زمانے میں مجھے درد گردہ ہوئی جب کوئی نسخۂ شفا کارگر نہ ہوا تو ہاتف سے یہ ندا آئی ''ترش لسی استعمال کرو''۔اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی ایک ناچیز سی چیز نسخۂ شفا بن گئی۔شاہ جی! شافی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس مرتبہ کا لطیفہ سنو،رات میں نے تمہیں خواب میں دیکھا کہ

تمہارے سینہ میں درد ہے مجھے آواز ہوئی کہ اسے کہو سونف اور کھر پیس کر ملالے اور استعمال کرے اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ مجھے حیرانی ہوئی تمہاری دوا تو بتلا دی گئی لیکن میرا اپنا مرض کسی خاص حکمت کی بنا پر لا دوا ٹھہرا۔۔۔۔۔''اب تم خود سمجھ لو''۔

حضرت لالہ جی گل عدت نے درد کے لیے کوئی وظیفہ بتانا چاہا، حضرت قدس سرہ العزیز نے تھوڑا ابرہم ہو کر فرمایا:

''میرا ایک ہی پیر تھا اس نے ایک ہی وظیفہ بتایا تھا بس میں ایک ہی اللہ کے نام کے ساتھ دنیا سے اٹھنا چاہتا ہوں''

پھر حسب معمول ایک چیخ ماری، تھوڑی دیر کے لیے محفل میں سکوت طاری ہو گیا۔

سید ابونعمان لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگا۔سسکیاں قریب تھا کہ چیخوں میں تبدیل ہو جائیں، سیدہ عاتکہ نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔لالہ جی نے اسے بغل میں لے لیا، سید فیصل کے سر پر ایک ہاتھ رکھ لیا اور سید ابوفیصل سے کہا:

شاہ جی بس کرو، ورنہ مجھے ناسوت تنگ کر رہا ہے''دعا کرو دعا''

میرے سر پر جو ٹوٹا تھا
میری قسمت کا تارا تھا
کتنی صدیاں سمٹ رہی تھیں
اک لمحہ جب پھیل رہا تھا
آج میں صحرا میں ہوں پیاسا
کل میں دریا میں ڈوبا تھا
وقت گزر جاتا ہے لیکن
وقت بہت مشکل گزرا تھا

سید ابوفیصل نے سید نعمان حضور لالہ جی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں پیش کیا آپ نے اسے بھی پیار سے نوازا اور پھر گویا ہوئے:

''شاہ جی یہ سب کیا ہو رہا ہے، خوش طبعی فرمائی اور ہندکو میں کہا'' تسدا ڈیرا کشفیاں دا ڈیرا ہے'' (تمہارا کنبہ کشفیوں کا کنبہ ہے)۔ میرے لیے دعا بھی کرنا کہیں کشف میں نہ لگے رہو۔

تھوڑی دیر گزری تو لالہ جی نے خود آخری بار آخرت تک کے لیے سید ابونعمان کو رخصت کیا اور فرمایا:

''جاؤ تم سب اللہ کے حوالے''۔

گاڑی چلی، ہائے وہ لمحے جب حضرت المرشد کی نگاہوں سے آخری بار سید ریاض حسین شاہ نے پیار کا آخری تحفہ وصول کیا۔

میں آرزوئے دید کے کس مرحلے میں ہوں
خود آئینہ ہوں یا میں کسی آئینے میں ہوں
تیرے قریب رہ کے بھی تھا تجھ سے بے خبر
تجھ سے بچھڑ کے بھی میں ترے رابطے میں ہوں
ہر شخص پوچھتا ہے مرا نام کس لیے
تیری گلی میں آ کے عجب مخمصے میں ہوں
واصف مجھے ازل سے ملی منزل ابد
ہر دور پر محیط ہوں جس زاویے میں ہوں

❋❋❋❋❋

گزر رہے ہیں عجب مرحلوں سے دیدہ و دل
سحر کی آس تو ہے زندگی کی آس نہیں

لو یادِ الٰہی سے معطر سانسوں کے نازک آبگینے تقدیر کے گنبد سے جا ٹکرائے، چار سُو اشکوں میں پاکیزہ خیالات کی روشنی پھیل گئی۔ حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے پوتوں سے پیار کیا۔ اپنے دو لختِ ہائے جگر کو ساتھ لیا۔ تھوڑی دیر کے لیے محسوس ہونے لگا جیسے زندگی کے سارے ساتھی حقائق کے سمندر میں کچے گھڑوں پر تیر رہے ہوں۔ آپ کی نظریں دقیقہ بھر کے لیے اپنی اس کٹیا پر جم گئیں جہاں زندگی کے چار دہائیاں سال بسر کیے تھے۔ حریم خانہ کو اچٹتی نظروں سے دیکھا تو شرمیلی نگاہوں نے جھک کر مہر و وفا کا آخری سلام کیا۔ دیواروں سے روشنی میں نہائی ہوئی محبتوں نے آواز ماری:

''بابا آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''علاج کے لیے نہیں قرآن سیکھنے جا رہا ہوں''۔

حضرت لالہ جی گھر سے نکلے اور ایک بار ان کی نظروں نے اوگی شہر کے گرد اگرد پھیلے ہوئے وسیع پہاڑوں کو بڑے غور اور درد سے دیکھا۔ بابا دور افق پر زندگی میں گزرے ہوئے لمحات کا تخیلاتی مطالعہ فرما رہے تھے۔ ابرار احمد خاں، محمد شفیق، محمد حسین، غلام حسین اور شان محمد لالہ جی کے ساتھ راولپنڈی روانہ ہوئے۔ خاکی سے پہلے ہی لب سڑک ایک مسجد میں آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ سلام کے لیے رخ پھیرا تو حضرت کی آنکھوں میں آنسو تیرتے محسوس ہوئے، گویا آپ سمجھا رہے ہوں۔ اس چند دن کی زیست میں کیا کیا کرے کوئی۔

لالہ جی نے ایک ساتھی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اپنے پیرو مرشد علیہ الرحمہ کا ذکر فرمایا:

''وہ عجیب انسان تھے سیدھے سادھے، اپنے شوق میں غرق، اپنی دھن کے پکے، اصولوں میں سخت، تعریف سے بے نیاز، ملامت سے بے پروا، ان کی ہر

ادا، ہر حرکت، ہر اشارے سے ہمہ وقت یہی ظاہر ہوتا کہ وہ زندگی اللہ کے لیے بسر کر رہے ہیں''۔

اپنے بابا کی پیاری پیاری یادوں کے چراغ جلاتے ہوئے آپ اُٹھے، کمال بے نیازی سے سر پر رومال درست فرمایا اور گاڑی میں بیٹھ کر منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ راہ میں وادیوں، پہاڑوں، ندی اور نالوں کو بڑے غور سے دیکھتے اور پھر آنکھ بند کر لیتے۔ کچھ ذکر ہوتا اور کچھ فکر کے دیپ روشن ہوتے، راہ اسی جنوں میں کٹ گئی:

ہوش والوں کے لیے کچھ بات کر لیتا ہوں میں
ورنہ کافی تھا مرا دیوانہ پن میرے لیے

کبھی کوئی بات چل پڑتی تو زندہ لوگوں سے زیادہ دارالبقا کی طرف کوچ کر جانے والوں کا ذکر ہوتا گویا ہر بات سے یہ مفہوم ملتا:

یہ کیا دست قضا کو کام سونپا ہے مشیت نے
چمن سے پھول چننا اور ویرانے میں رکھ دینا

راولپنڈی پہنچے تو حاجی ایوب صاحب کے مکان کے سامنے لیاقت روڈ پر گاڑی رکی۔ حاجی صاحب والہانہ باہر نکلے۔ آپ کی نو بیاہی بچی آسیہ اور خواجہ صفدر نے لالہ جی حضور کو سلام کیا۔ آپ نے مسز صفدر کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''بابا آپ نے تو زندگی بھر کسی خاتون کے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا تھا''۔

ناتواں ہاتھوں پر طاری رعشہ نے کہا۔ زندگی کا لمس ہاتھ میں ہو تو جائز و ناجائز کی تمیز ضروری ہوتی ہے۔ جب زندگی ہی نہ رہی تو فقیہانہ موشگافیاں کیا معنیٰ رکھتی ہیں؟

حضرت لالہ جی کو حکیم کلینک پہنچا دیا گیا۔ جمعۃ المبارک کا سارا دن دوست آتے رہے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ سید ریاض حسین شاہ کا آپ نے استفسار فرمایا:

''شاہ صاحب آئے نہیں ہیں، اگر آئے نہیں ہیں تو انہیں فون پر کہہ دیجیے سید عمران شاہ صاحب کا میں نے کچھ قرض دینا ہے وہ ادا کر دیں''۔

9۔اکتوبر بروز ہفتہ گیارہ بجے کچھ ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ نے محفل ذکر فرمائی۔ گیارہ پچیس پر دعا ہوئی ایک ساتھی نے کھانے کے لیے کوئی پھل پیش کیا آپ نے فرمایا:

''بس اب روزی ختم ہو چکی ہے''۔

ایک بار پھر پوچھا:

''شاہ صاحب نہیں ہیں''

آنکھیں بند کر لیں قبلہ رُو ہو گئے اور استغراق میں ذکر اللہ ہونے لگا۔

تمہارے بعد کہاں وہ وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے تمہارا جواب لائے گا

طبیعت زیادہ بدلی تو آپ کو سی ایم ایچ بھجوا دیا گیا۔تین بجے ڈاکٹرز نے یہ خبر سنا دی۔راہِ خدا میں محبتوں کی داستاں رقم کرنے والا، روحوں میں یادِ الٰہی کی مہک پیدا کرنے والا، سینوں میں شریعت کی بالادستی قائم کرنے کا جذبہ پیدا کرنے والا، وہ عظیم انسان جسے ''محمد جمشید لالہ'' کہتے تھے وہ دنیا سے چل بسا ہے۔ان کی دلاور عمران کا ساتھ نہ دے سکی۔وہ قرآن سیکھنے کی راہوں میں خدا سے جا ملے۔وہ جب دنیا سے اٹھے تو ان کے گھر کا کوئی فرد بھی ان کے پاس موجود نہیں تھا اور سید ریاض جسے آخر وقت بھی آپ نے محبت سے نوازا وہ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔۔۔۔۔یہاں کون کسی کی تعزیت کرے۔کسی کو قرار نہیں سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

گزر رہے ہیں عجب مرحلوں سے دیدۂ و دل
سحر کی آس تو ہے زندگی کی آس نہیں

❁❁❁❁❁